الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی وعلمی ترجمان

ستمبر
2024

ماہ نامہ
مبارک پور

اشرفیہ

وقف ایکٹ میں ترمیم

مسلمانوں کو ہر رخ سے کمزور کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ الہ آباد ہائی کورٹ یوپی میں دینی مدارس بند کرنے کا حکم نافذ کر دیا گیا ہے، اب یہ قضیہ سپریم کورٹ میں زیر بحث ہے، اس نے ہائی کورٹ کے فیصلے پر سوال تو کھڑا کر دیا ہے مگر حتمی فیصلہ ہونا ابھی باقی ہے۔ حکومت نہیں چاہتی کہ مدارس باقی رہیں، مقدمے کی سماعت طے شدہ تاریخ سے آگے بڑھا دی گئی ہے، امید ہے کہ سپریم کورٹ کا فیصلہ مدارس کے حق میں ہوگا۔ اب وقف ایکٹ میں ترمیم کی کوشش کی جا رہی ہے، یہاں بھی امید قوی ہے کہ موجودہ وقف ایکٹ میں کوئی ترمیم نہیں ہوگی۔ غیروں کے لیے دردناک سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کے رفاہی امور کے لیے اتنی زیادہ زمینیں اور عمارتیں کیوں ہیں؟ دراصل جن لوگوں کو مسلمانوں کا وجود ایک آنکھ نہیں بھاتا ان کو مسلمانوں کے اوقاف سے بھی تکلیف ہے اور وہ کسی بھی قیمت ان جائدادوں پر ناجائز قبضہ چاہتے ہیں۔

مبارک حسین مصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبد العزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ

اشرفیہ

مبارک پور

زیر سرپرستی

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ

عبد الحفیظ عزیزی

سربراہِ اعلیٰ

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

THE ASHRAFIA MONTHLY Mubarakpur. Azamgarh (U.P.) India. 276404

جلد نمبر 49 شمارہ 9 | ستمبر 2024ء | ربیع الثانی 1446ھ

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ : **مبارک حسین مصباحی**

منیجر : محمد محبوب عزیزی

تزئین کار : مہتاب پیامی

مجلس مشاورت

مولانا محمد احمد مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی

مولانا محمد ادریس بستوی

مولانا محمد عبد المبین نعمانی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

+91 9935162520 (Manager)

زرِ تعاون

قیمت عام شمارہ 30 روپے

سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک) 300 روپے

سالانہ (بذریعہ رجسٹری) 600 روپے

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ

750 روپے

دیگر بیرونی ممالک

25$ امریکی ڈالر 20£ پونڈ

BHIM

BHIM UPI Payments Accepted at

ASHRAFIA MONTHLY

ASHRAFIA MONTHLY

A/c No. 3672174629

Central Bank Of India

Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org

Email : ashrafiamonthly@gmail.com

mubarakmisbahi@gmail.com

info@aljamiatulashrafia.org

مولانا محمد ادریس بستوی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپوا کر دفتر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

فہرست

نگارشات

اداریہ	وقف ترمیمی بل 2024، ایک جائزہ	مبارک حسین مصباحی	5
	مطالعۂ قرآن		
تفہیمِ قرآن	بعث بعد الموت، قرآنی آیات کی روشنی میں	مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری	8
	فقہیات		
آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں علماے دین؟	مفتی محمد نظام الدین رضوی	11
	نظریات		
فکر امروز	تعلیم وتربیت کا نبوی نظام ونصاب	مفتی بدر عالم مصباحی	13
	اسلامیات		
شعاعیں	اکل حلال کے بغیر تقویٰ ممکن نہیں	محمد تحسین رضا نوری	15
	شخصیات		
انوار حیات	سیدنا محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ	علامہ محمد حسین فاروقی صابری	17
	مولانا سید کفایت علی کافی شہید (۳)	مولانا محمد شہاب الدین رضوی	22
	اساطین تصوف		
ذکر جمیل	سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما	مفتی محمد اعظم، مبارک پوری	27
	بزم خواتین		
چراغ خانہ	بچوں کو وقت کا پابند بنائیں	ڈاکٹر ظہور احمد دانش	29
	بزم دانش		
فکر ونظر	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	مفتی محمد منظر حسن ناز صدیقی/محمد مبشر رضا ازہر مصباحی	30
	ادبیات		
گوشۂ ادب	شیخ صفی الدین حنفی کے نام مخدوم اشرف سمنانی کے مکتوبات	طفیل احمد مصباحی	38
نقد ونظر	ملفوظات غریب نواز کا تحقیقی جائزہ	مبارک حسین مصباحی	45
	وفیات		
سفر آخرت	بڑے فضل وکمال کے مالک..../مولانا اعجاز احمد برہانی کا انتقال	مفتی بدر عالم مصباحی	50
	مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری کی والدہ کا انتقال	مفتی محمد نظام الدین رضوی	50
	تین عالموں کی والدہ کا انتقال	مولانا محمد عارف رضا نعمانی	51
	مکتوبات		
صداے بازگشت	سید صابر حسین شاہ بخاری/مفتی محمد منظر حسن خان اشرفی		52
	سرگرمیاں		
عالمی خبریں	بن غفیر کی شرانگیزی/غزہ جنگ بندی 11 فیصد آبادی ہی انخلا کے احکام سے محفوظ		53
خیر وخبر	جشن تحفظ ختم نبوت/کتابوں میں تاریخی حقائق سے چھیڑ چھاڑ/کولکاتا جیسا واقعہ اترا کھنڈ میں بھی/راجستھان میں مسلمانوں کو قتل کرنے کی دھمکی/گستاخ رسول کے خلاف مظاہرہ/مدرسہ کے ٹیچر کی پٹائی/وقف املاک کی حفاظت		54
	منظومات		
خیابان حرم	نعتیں	ڈاکٹر منصور فریدی، مہتاب پیامی	58

وقف ترمیمی بل 2024 ایک جائزہ

مبارک حسین مصباحی

اسلام ایک مقدس جامع اور ہمہ گیر مذہب ہے۔ اس میں دنیا اور اہل دنیا کے لیے تمام قوانین موجود ہیں۔ وقف عربی لفظ ہے، عالمی مذاہب پر نگاہ رکھنے والے حضرات کا کہنا ہے کہ دنیا کو وقف کا تصور اسلام نے عطا فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ○ “(آل عمران، آیت:92)

تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو۔

قرآن عظیم میں اس موضوع پر اللہ تعالیٰ کے کثیر ارشادات موجود ہیں۔ کثیر احادیث نبویہ سے بھی اوقاف کے حقائق وواقعات سامنے آتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کو اس کے مرنے کے بعد اس کی جن نیکیوں کا ثواب ملتا ہے ان میں وہ ”علم“ ہے جو اس نے دوسروں کو سکھایا اور اس کو پھیلایا یا نیک اولاد ہے یا قرآن کا کسی کو وارث بنایا، یا مسجد تعمیر کی یا مسافر خانہ بنایا یا نہر بنادی، یا وہ صدقہ جس کو اس نے اپنی زندگی اور صحت کے زمانہ میں نکالا ان چیزوں کا ثواب اس کو مرنے کے بعد بھی ملتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، 242)

حضرت سعد بن عبادہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے ان کی طرف سے کون سا صدقہ کرنا زیادہ بہتر ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانی صدقہ کرو! انہوں نے اپنی والدہ کی طرف سے کنواں کھدوایا اور اسے وقف کر دیا۔ (سنن ابی داؤد)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں بیر رومہ کا پانی میٹھا تھا لیکن بغیر قیمت کے کوئی اس سے پانی نہیں پی سکتا تھا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بیر رومہ کا کنواں خرید کر وقف کر دیا۔ (سنن ترمذی)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جائداد کا وقف کرنا ایک عام بات تھی، ہر کوئی اپنی استطاعت کے بقدر جائداد یا دیگر چیزوں کو وقف کرتا تھا اس لیے اوقاف کے ذریعہ مسلم سماج سے غربت کا خاتمہ ہو سکتا ہے، کمزور لوگوں کی دائمی طور پر مدد ہو سکتی ہے، اور وقف کرنے والے کو ہمیشہ ہمیش کے لیے ثواب ملتا رہتا ہے۔

اسلام میں وقف کے صحیح ہونے کا طریقہ کیا یہ ہے کہ وقف کے لیے مخصوص الفاظ ہیں جن سے وقف صحیح ہوتا ہے، مثلاً میری یہ جائداد صدقۂ موقوفہ ہے کہ ہمیشہ مساکین پر اس کی آمدنی صرف ہوتی رہے، یا اللہ تعالیٰ کے لیے میں نے اسے وقف کیا۔ مسجد یا مدرسہ یا فلاں نیک کام پر میں نے وقف کیا یا فقرا پر وقف کیا۔ اس چیز کو میں نے اللہ (عزوجل) کی راہ کے لیے کر دیا۔ مزید اس کے تفصیلی مسائل ہیں جنھیں فقہی کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

ہندوستان میں صدیوں تک مسلمانوں نے حکمرانی کی، ان ہی حکمرانوں کے دور میں اوقاف کا سلسلہ بھی جاری ہوا۔ واضح رہے کہ ہندوستان ایک وسیع ملک تھا افغانستان، سری لنکا، پاکستان اور بنگلہ دیش وغیرہ بھی ہندوستان کے حصے تھے، افغانستان اور سری لنکا وغیرہ پہلے الگ ہو چکے تھے، پھر ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے انگریز بطور تاجر آئے اور مختلف ذرائع سے یکے بعد دیگرے وہ ہندوستان کے حکمران ہو گئے انھوں نے ہندوستانی سیاست پر قبضہ مسلمانوں اور دیگر حکمرانوں سے جنگ جیت کر کیا تھا۔ وہ دور بھی عجیب وغریب تھا، عام طور پر مسلم حکمراں علاقوں پر بٹ گئے تھے اور ان میں عیش کوشی، عیاشی اور بزدلی در آئی تھی، مگر ان میں بعض نیک اور صالح بھی تھے۔ انگریزوں کو سب سے بڑا خطرہ مسلمانوں سے تھا۔ انھوں نے تعلیمی، سیاسی اور اقتصادی اعتبار سے مسلمانوں کو کمزور کرنے کی مسلسل کاوشیں کیں۔ اوقاف بھی مسلمانوں کا بہت بڑا سرمایہ تھا،

انھوں نے اوقاف میں خرد برد شروع کی اور وقف کی جائداوں کا بے دریغ غلط استعمال ہوا، بہت سی جائداوں کو انگریزوں نے اپنے قبضہ میں لے لیا پھر جب مسلمانوں نے احتجاج کیا تو آئندہ کے لیے وقف ایکٹ 1923ء بنایا گیا پھر ملک کی آزادی کے بعد 1954ء میں وقف ایکٹ بنایا گیا اور مختلف مواقع پر اس میں ترمیم کی گئی، اس قانون کا مقصد وقف جائداد کو تحفظ فراہم کرنا اور اس کے غلط استعمال کو روکنا تھا لیکن افسوس کہ ان تمام تر قانون کے بعد بھی وقف کا تحفظ نہیں ہو سکا پھر 1984ء میں نیا وقف قانون آیا، لیکن اس میں بھی مسلمانوں کے مطالبات کو نظر انداز کیا گیا پھر 1995ء میں اور دوبارہ 2010ء اور 2013ء میں وقف میں ترمیم کی گئی آخری وقف ایکٹ میں کسی حد تک مسلمانوں کے مطالبات کو سنا گیا تھا اور کچھ امید تھی کہ اگر اس قانون پر صحیح طور پر عمل ہوتا تو اوقاف کا بہتر استعمال ہو سکتا تھا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ اب ۲۰۲۴ء میں وقف کے تعلق سے ترمیمی بل پاس کرانے کی جدوجہد ہو رہی ہے۔ یہ ہم سب جانتے ہیں کہ ہندوستانی اوقاف کوئی معمولی نہیں ہیں۔ اس وقت ہندوستان میں سچر کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق ۹ لاکھ ایکڑ سے زائد زمینیں اوقاف کی ہیں، ہندوستان میں فوج اور ریلوے کے بعد سب سے زیادہ زمینیں اوقاف کے پاس ہیں۔ موجودہ ہندوستان میں مسلمانوں کو ہر رخ سے کمزور کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ الہ آباد ہائی کورٹ یوپی میں دینی مدارس بند کرنے کا حکم نافذ کر دیا گیا ہے، اب یہ قضیہ سپریم کورٹ میں زیر بحث ہے، اس نے ہائی کورٹ کے فیصلے پر سوال تو کھڑا کر دیا ہے مگر حتمی فیصلہ ہونا ابھی باقی ہے۔ حکومت نہیں چاہتی کہ مدارس باقی رہیں، مقدمے کی سماعت طے شدہ تاریخ سے آگے بڑھا دی گئی ہے، امید ہے کہ سپریم کورٹ کا فیصلہ مدارس کے حق میں ہوگا۔ اب وقف ایکٹ میں ترمیم کی کوشش کی جا رہی ہے، یہاں بھی امید قوی ہے کہ موجودہ وقف ایکٹ میں کوئی ترمیم نہیں ہوگی۔ غیروں کے لیے دردناک سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کے رفاہی امور کے لیے اتنی زیادہ زمینیں اور عمارتیں کیوں ہیں؟ دراصل جن لوگوں کو مسلمانوں کا وجود ایک آنکھ نہیں بھاتا ان کو مسلمانوں کے اوقاف سے بھی تکلیف ہے اور وہ کسی بھی قیمت ان جائداوں پر ناجائز قبضہ چاہتے ہیں۔

اس نئے بل میں تقریباً چالیس ترامیم کی گئی ہیں، ہمیشہ کی طرح حکومت نے مسلمانوں کو یہ فریب دیا ہے کہ اس نئے بل میں مسلمانوں کے لیے فائدہ ہی فائدہ ہے، اس بل سے خواتین، بچوں اور کمزور مسلمانوں کو فائدہ ہوگا لیکن اس بل کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ وقف مسلمانوں کا مذہبی عمل ہے اور اس کے احکامات فقہ کی کتابوں میں درج ہیں اس کے خلاف کرنا درست نہیں ہے لیکن حکومت نے اس ترمیمی بل کا خاکہ بناتے وقت کسی مسلم تنظیم سے رابطہ کیا یا نہ کسی خانقاہ اور معروف ادارہ سے حد تو یہ ہے کہ علمائے کرام سے مشورہ بھی نہیں لیا گیا۔۔

اس ترمیم میں ایک بڑی تبدیلی یہ کی گئی ہے کہ اب نئے وقف کونسل میں چاہے مرکزی وقف بورڈ ہو یا صوبائی وقف بورڈ اس کے ارکان میں غیر مسلم بھی شامل ہوں گے بلکہ وقف بورڈ کا چیف ایگزیکیٹیو غیر مسلم بن سکتا ہے، اسی طرح وقف کا سی ای او غیر مسلم بن سکتا ہے سوال یہ ہے کہ جب گرودوارہ کمیٹی میں کوئی مسلمان نہیں ہوتا ہے اور ہندوؤں کی جو مندر وغیرہ کی کمیٹی ہوتی ہے اس میں کوئی مسلمان ممبر نہیں ہوتا ہے یوپی کیرالہ، کرناٹک، تمل ناڈو میں ایسے قوانین ہیں کہ ہندو مذہبی املاک کے معاملات میں ہندو ہی اس کا ممبر ہوگا تو پھر وقف بورڈ میں کوئی ہندو کیوں کر ممبر ہوگا اور ممبر ہی اس کے مرکزی عہدوں پر ہندو کیوں کر فائز ہو سکتا ہے، کیا یہ مسلمانوں کی املاک کو غیر مسلموں کو دینے جیسا نہیں ہے، جب قانون کے اعتبار سے غیر مسلم وقف نہیں کر سکتا ہے تو وقف کا ممبر کیوں کر ہو سکتا ہے؟ یہ شق خود حکومت کے منشا پر سوال کھڑے کرتا ہے کہ اس کے ذریعہ وقف کی حیثیت کو تبدیل کرنا اور اس کا غلط استعمال کرنا ہے۔ جب اس کے مرکزی کمیٹی میں غیر مسلم ہوں گے تو نیچے بہت سے عہدوں پر بھی یقیناً بہت سے غیر مسلم ہوں گے یہ ترمیم مسلم اوقاف کے ساتھ ایک خاموش کتر بیونت کا راستہ ہموار کرنا ہے۔

ایک ترمیم یہ کی گئی ہے کہ اوقاف کی جائداوں کو کس طرح استعمال کیا جائے گا اس کا حکومت تعیین کرے گی، ظاہر ہے کہ یہ قانون وقف کے اصول کے خلاف ہے، فقہی کتابوں میں وقف کا ایک باب ہوتا ہے جس میں وقف کے احکام کو بیان کیا جاتا ہے، مسجد کے وقف کے احکام الگ ہیں، مدارس کے وقف کے احکام الگ ہیں، دیگر اوقاف کے احکام الگ ہیں، وہاں صراحت کے ساتھ لکھا ہوا ہے کہ واقف کی شرط شریعت کی نص کے درجہ میں ہے یعنی اگر واقف نے وقف کرتے وقت اس وقف کا مصرف طے کر دیا ہے تو جس طرح شریعت کی صراحت پر عمل کرنا ضروری ہے اسی طرح واقف کی شرط پر عمل کرنا ضروری ہوگا حتی کہ اگر واقف نے مدرسہ کے نام پر وقف کیا ہے تو اس کو مسجد میں استعمال کرنا یا قبرستان کے نام پر وقف کیا ہے اس کو مدرسہ میں استعمال کرنا شرعی طور پر درست نہیں ہے جب کہ اس قانون سے حکومت وقف کو جہاں چاہے

گی استعمال کر سکتی ہے اس کا دو بڑا نقصان ہو گا ایک تو یہ کہ وقف کی جائدادیں مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل جائیں گی اور دوسرا بڑا نقصان یہ ہو گا کہ آئندہ کے لیے مسلمان وقف کرنے سے رک جائیں گے اور بہت بڑے خیر اور ثواب سے محروم ہو جائیں گے۔

نئے قانون میں یہ بھی ہے کہ جو شخص اسلام پر پانچ سال سے زندگی گزار رہا ہے وہی وقف کر سکتا ہے جس کے اسلام میں داخل ہوئے ابھی پانچ سال نہیں ہوئے ہیں اس کا وقف قابل قبول نہیں ہو گا ظاہر ہے کہ یہ بھی اسلامی شریعت کے اصول وقف کے خلاف ہے اسلام میں تو غیر مسلم کا بھی وقف کرنا درست ہے جب کہ یہاں پر مسلمان ہونے کے بعد بھی اس کا وقف درست نہیں ہے یہ ایک مسلمان کو ایک عبادت کی ادائیگی سے روکنے کے مترادف ہے اور مسلمان کو کسی عبادت کے انجام دہی سے روکنا خود دستور ہند سے دئے گئے بنیادی حقوق کے خلاف ہے ۔ دستور کی دفعہ ۲۵ میں ہے کہ ہر شخص کو آزادی سے مذہب قبول کرنے اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کی اجازت ہے اسی طرح دفعہ ۲۶ میں ہے کہ ہر شخص کو اپنے مذہبی اور خیراتی اغراض کے ادارہ قائم کرنے اور از خود اس کا انتظام چلانے کا اختیار ہے۔

اس نئی ترمیمی بل میں ایک شق یہ بھی ہے کہ جو اوقاف کی جائدادیں باضابطہ طور پر واقف کی طرف سے رجسٹرڈ نہیں ہیں بلکہ اسے صرف وقف کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اسے وقف تسلیم نہیں کیا جائے گا وقف کے درست ہونے کے لیے رجسٹرڈ ہونا لازم ہو گا یہ قانون بھی اسلام کے اصول وقف کے خلاف ہے اس لیے کہ حضرات فقہاء نے زبانی طور پر وقف کو درست قرار دیا ہے۔ اس قانون کی بنیاد پر بہت سی جائدادیں وقف ہونے سے نکل جائیں گی اور حکومت ان جائدادوں پر اپنا تسلط حاصل کر لے گی، اس لیے کہ ہندوستان میں اوقاف کی تاریخ بہت پرانی ہے، اور بہت سی مساجد ہیں جو چار سو یا پانچ سو سال پرانی ہیں ظاہر ہے کہ ان کا کوئی ریکارڈ تلاش کرنا ممکن نہیں ہے اس کے وقف ہونے کا یہی ثبوت ہے کہ اس کو اتنے سالوں سے بطور وقف کے استعمال کیا جا رہا ہے قانون کی یہ شق بھی سیدھے طور پر مسلمانوں کے اوقاف کو ہڑپنے اور ان کو اپنی اوقاف سے بے دخل کرنے جیسا ہے اس طرح بہت سی مساجد اور مدارس بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل سکتے ہیں۔

بل میں یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اگر اپنی پوری جائداد کو وقف کرے تو اس کا ایک تہائی ہی وقف مانا جائے گا یہ مسئلہ بھی شرعی طور پر درست نہیں ہے۔ نئے قانون کی ایک شق یہ ہے کہ اختلاف نزاع کی صورت میں وقف کے ہونے نہ ہونے کا اختیار ضلع مجسٹریٹ کو ہو گا ابھی اس سلسلے میں وقف ٹربیونل ہے جس میں یہ فیصلہ ہوتا ہے جس کو صوبائی چیف جسٹس مقرر کرتا ہے لیکن اگر تمام تر اختیارات ضلع انتظامیہ کو دے دیا گیا کلکٹر جس زمین کے بارے میں یہ لکھ دے کہ یہ سرکاری زمین ہے تو وہ سرکاری زمین مان لی جائے گی اس طرح جہاں جہاں مسجد و مندر کا مقدمہ چل رہا ہے وہاں آسانی سے صرف کلکٹر سے لکھوا کر زمین کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اس وقت ملک میں 35 وقف بورڈ کام کرتے ہیں۔ ملک میں سب سے زیادہ آمدنی کرناٹک وقف بورڈ کی ہے۔، سب سے برا حال مہاراشٹر وقف بورڈ کا ہے اور سب سے زیادہ ناجائز قبضہ جات مہاراشٹر میں ہی ہوئے ہیں۔ سیاسی لیڈروں اور وقف کے ذمہ دران کی مہربانی سے۔ موجودہ ملک کے اوقاف کے جائیداد کی قیمت جو نکالی گئی ہے 1.2 لاکھ یعنی 12000 بلین۔ اگر اس رقم کا 10٪ حصہ یعنی 12000 کروڑ بھی مسلمانوں کے تعلیمی، سماجی، مسائل پر خرچ کیا جائے تو بغیر سرکاری خزانے کو ہاتھ لگائے ان کی ترقی ہو سکتی ہے۔

ہم پورے ملک میں ہونے والے اوقاف کی جائیدادوں پر قبضہ کی بات فی الحال نہیں کرتے بس چند ریاستوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہیں۔ اتر پردیش میں وقف بورڈ کی 3000 زمینوں پر ناجائز قبضہ جات ہیں جن کی موجودہ قیمت کروڑوں کھربوں میں ہے۔ صرف ملک کی راجدھانی دہلی کی ہم بات کرتے ہیں تو یہ حیرت انگیز انکشاف سامنے آتا ہے کہ دہلی میں وقف جائیداد کی تعداد 1977 ہے جس میں 600 پر سرکاری اداروں اور زمین مافیا، 138 زمینوں پر ڈی ڈی اے اور مرکزی محکمہ تعمیرات نے 108 قیمتی زمینوں پر عمارتیں تعمیر کر رکھی ہیں۔ یہ فہرست کافی طویل ہے۔

ان حالات میں دردناک سوال یہ ہے کہ حکومت کے بلڈوزر اب کہاں سو رہے ہیں، کیا ان حقائق سے حکومتوں کے شعبے آشنا نہیں ہیں، یہی ناجائز قبضے اگر مسلمانوں یا دیگر پسماندہ حضرات نے کیے ہوتے تو کب کا ان کو بے گھر کر دیا گیا ہوتا۔ اس سلسلے میں ہم زیادہ عرض کرنے سے بروقت پرہیز کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے تعلیمی، اقتصادی اور سیاسی احوال کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

بعث بعد الموت

قرآنی آیات کی روشنی میں

مولانا محمد حبیب اللہ بیگ ازہری

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين، وعلى آله وأصحابه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد!

بعث بعد الموت حق ہے، اگر کوئی بعث بعد الموت کا انکار کرے، یا اس کے امکان و وقوع میں شک کرے تو وہ قرآن کریم کا منکر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے، کیوں کہ بعث بعد الموت ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین میں سے کسی ایک کا بھی انکار کفر ہے، قرآن کریم نے جا بجا بعث بعد الموت کا ذکر کیا ہے، بعث بعد الموت کے سلسلے میں کفار و مشرکین کی جانب سے پیش کیے جانے والے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا ہے اور بے شمار دلائل کی روشنی میں اس حقیقت کو واضح فرمایا ہے کہ بعث بعد الموت حتمی اور یقینی ہے؛ لہٰذا بعث بعد الموت پر ایمان لانا لازم اور ضروری ہے۔

ہم اس مختصر سے مقالے میں بعث بعد الموت کا مفہوم واضح کریں گے، علمائے کرام کے ارشادات اور کتب عقائد کی تصریحات کی روشنی میں بعث بعد الموت کی حقیقت بیان کریں گے اور اس عقیدے کے اثبات و تفہیم کے لیے قرآن کریم کے بیان کردہ دلائل و واقعات کا خلاصہ پیش کریں گے، و اللہ المستعان۔

بعث بعد الموت- مفہوم اور عقیدہ:

بعث کا معنی ہے: اٹھانا، بیدار کرنا اور زندہ کرنا اور بعد الموت کا معنی ہے: مرجانے کے بعد، اب بعث بعد الموت کا معنی ہوا: مرجانے کے بعد جزا و سزا کے لیے دوبارہ مردوں کو زندہ کرنا، اسی کو مختصر میں بعث بھی کہتے ہیں، بعث کے سلسلے میں درج ذیل امور قابل توجہ ہیں۔

1- بعث بعد الموت کا لغوی معنی ہے: مرجانے کے بعد مردوں کو زندہ کرنا، کسی بھی وقت مردوں کو زندہ کیے جانے کے لیے بعث بعد الموت کا اطلاق ہو سکتا ہے اور اس میں لغوی اعتبار سے کوئی قباحت یا اشکال بھی نہیں، لیکن قرآن و حدیث میں جس بعث کا بکثرت ذکر آیا ہے اور جو بعث ضروریات دین سے ہے وہ روز قیامت ہونے والا بعث ہے؛ لہٰذا اگر کوئی مطلق بعث کو مانے اور روز قیامت پیش آنے والے مخصوص بعث کا انکار کرے تو وہ بھی ضروریات دین کا منکر اور کافر ہے، ارشاد باری ہے:

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَیِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾ [سورۂ مومنون:15، 16]

یعنی پھر اس کے بعد ضرور تم مرجاؤ گے، پھر تمھیں قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔

یہ اور اس جیسی دوسری آیات میں روز آخرت کی صراحت کر دی گئی ہے؛ لہٰذا مطلق بعث پر ایمان کافی نہیں، بلکہ روز آخرت کے بعث پر ایمان لانا ضروری ہے۔

2- بعث جسم اور روح دونوں کا ہوگا، ایسا نہیں کہ جسم بلا روح یا روح بلا جسم کا بعث ہوگا، کیوں کہ بعث کے باب میں وارد آیات سے یہی ظاہر ہے کہ قیامت کے دن سارے بندے اپنے جسم و روح کے ساتھ حاضر ہوں گے اور جسم و روح دونوں جزا و سزا کے سارے مراحل سے گزریں گے، ارشاد باری ہے:

كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿۲۹﴾- [سورۂ اعراف:29]

جس طرح اس نے پہلے بنایا اسی طرح قیامت کے دن زندہ کرے گا۔

یعنی بندے جس طرح دنیا میں جسم و روح کے ساتھ رہا کرتے تھے بالکل اسی طرح قیامت کے دن بھی جسم و روح دونوں کے ساتھ حاضر ہوں گے۔

3- بعث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کے تمام اجزاے

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

اصلیہ کو جمع فرمائے گا، پھر انھی اجزاے اصلیہ قدیمہ میں روح کو لوٹا دے گا، اس طرح قیامت کے دن اسی جسم وروح کا بعث ہوگا جس جسم وروح کے ساتھ دنیا میں زندگی گزری، ایسا نہیں کہ بعث کے لیے نیا جسم تیار کیا جائے گا یا نئی روح حاضر کی جائے گی، کیوں کہ بعث کا مقصد حساب وکتاب اور ثواب وعقاب ہے، اس کا حق دار وہی جسم ہو سکتا ہے جس نے دنیا میں کوئی نیکی یا بدی کی ہوگی، اللہ جل وعلا کا ارشاد ہے:

كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَیْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِیْنَ ۝ ـ[سورۂ انبیا:104]

یعنی جس طرح ہم نے انھیں دنیا میں پہلی دفعہ پیدا کیا اسی طرح آخرت میں پیدا کریں گے، یہ وعدہ ہم پر لازم ہے، ہم اسے ضرور پورا کریں گے۔

اس کا واضح مطلب یہی ہوا کہ بروز حشر سابقہ دنیاوی جسم کا اعادہ ہوگا، نیا جسم نہیں بنایا جائے گا۔

4- بعث صرف انسانوں کا نہیں ہوگا، بلکہ تمام ملائکہ، جنات و شیاطین، حیوانات و بہائم اور سارے چرند و پرند کا ہوگا، فرشتوں کے بعث کا مختلف مقامات پر ذکر ہے، سورۂ فجر میں ہے:

وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝ ـ[سورۂ فجر:22]

یعنی قیامت کے دن تمھارا رب تجلی فرمائے گا اور فرشتے صف بستہ حاضر ہوں گے۔

سورۂ جن میں جنات کے بعث کا ذکر ہے، فرمایا:

وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝ ـ[سورۂ جن:15]

یعنی ظالم جن جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

ظاہر سی بات ہے کہ جہنم میں داخلہ بعث کے بعد ہی ہوگا۔

سورۂ تکویر میں جنگلی جانوروں کے بعث کا ذکر ہے، فرمایا:

وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝ ـ[سورۂ تکویر:5]

اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں گے۔

اس آیت کے تحت تفسیر قرطبی میں ہے:

وعن ابن عباس أيضا قال: يحشر كل شيء حتى الذباب. قال ابن عباس: تحشر الوحوش غدا أي تجمع حتى يقتص لبعضها من بعض، فيقتص للجماء من القرناء، ثم يقال لها كوني ترابا فتموت.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا کہ ہر شی کا بعث ہوگا، حتی کہ مکھی کا بھی ہوگا، مزید فرمایا کہ قیامت کے دن تمام وحشی جانور جمع ہوں گے اور ایک دوسرے سے بدلہ بھی لیا جائے گا، سینگ والے جانور سے بے سینگ والے جانور کے لیے بدلہ لیا جائے گا، پھر ان جانوروں کو حکم ہوگا مٹی ہو جاؤ تو وہ سب کے سب خاک ہو کر فنا ہو جائیں گے۔

5- بعث فروعی احکام سے نہیں بلکہ اصولی عقائد سے ہے، آسمانی مذاہب کے فروعی احکام میں اختلاف کی گنجائش ہو سکتی ہے، لیکن اصولی عقائد میں نہیں ہو سکتی، اسی لیے تمام آسمانی مذاہب کے عقائد یکساں ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ تمام مذاہب میں عقیدۂ بعث مشترک رہا اور انبیاے سابقین نے اپنی امتوں کو دیگر ضروریات دین کے ساتھ ساتھ بعث بعد الموت پر بھی ایمان لانے کی دعوت دی ، قرآن کریم نے حضرات انبیاے کرام کے واقعات اور ان کی داعیانہ خدمات کے باب میں اس بات کا بھی ذکر فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی امت کو عقیدۂ بعث سے آگاہ کیا اور روز آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دی۔

انبیاے سابقین اور عقیدۂ بعث:

حضرت آدم علیہ السلام ابو البشر ہیں، اللہ عزوجل آپ کے جنت سے زمین پر تشریف لانے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ ۝ قَالَ فِیْهَا تَحْیَوْنَ وَ فِیْهَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ۝ ـ[سورۂ اعراف:25-24]

یعنی اللہ نے فرمایا: تم زمین پر اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہوگے، تمھیں ایک مقررہ وقت تک کے لیے زمین میں رہنا اور فائدہ اٹھانا ہے، مزید فرمایا: تم اسی زمین میں زندہ رہوگے، اسی میں مروگے اور دوبارہ اسی زمین سے اٹھائے جاؤگے۔

ان آیات مبارکہ کے مطابق اللہ جل شانہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر آنے سے پہلے ہی عقیدۂ بعث سے آگاہ فرما دیا، تاکہ آپ خود بھی اسی عقیدے پر قائم رہیں اور اپنی اولاد کو بھی عقیدۂ بعث سے آگاہ کرتے رہیں۔

کفار کی جانب مبعوث کیے جانے والے سب سے پہلے پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام ہیں، آپ نے اپنی امت کو عقیدۂ بعث سے آگاہ کیا اور فرمایا:

وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۙ﴿۱۷﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَ يُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾ ۔[سورۂ نوح:18]

اللہ نے تمھیں زمین سے سبزے کی طرح اگایا، پھر تمھیں زمین میں لوٹائے گا اور دوبارہ نکالے گا۔ یعنی بروز قیامت تمھیں دوبارہ زندہ کرے گا اور تم سے محاسبہ فرمائے گا۔

نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے افضل ترین پیغمبر حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام ہیں، آپ نے بعث بعد الموت کا ذکر کیا اور فرمایا:

وَ الَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ۙ﴿۸۱﴾ وَ الَّذِيْۤ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۸۲﴾ ۔[سورۂ شعرا:82-81]

یعنی میرا رب وہی ہے جو مجھے موت دے گا اور مجھے دوبارہ زندہ کرے گا اور میرا رب وہی ہے جس سے مجھے یہ امید ہے کہ وہ بروز قیامت مجھے بخش دے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریت کو بے آب و گیاہ وادی یعنی مکہ میں تنہا چھوڑنے کے بعد بہت سی دعائیں کیں، جن میں سب سے آخری دعا یہ تھی:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيَّ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾ ۔[سورۂ ابراہیم:41]

یعنی اے اللہ! بروز قیامت مجھے، میرے والدین کو اور سارے مسلمانوں کو بخش دے۔

جن آیات میں قیامت کا ذکر ہے ان میں تبعاً بعث کا بھی ذکر ہے، کیوں کہ بعث کے بغیر قیامت متصور نہیں ہو سکتا، اس کی مزید وضاحت آگے آ رہی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اولو العزم رسلانِ عظام میں سے ہیں، آپ نے بھی اپنی امت کو حقیقت بعث سے آگاہ فرمایا، اللہ رب العزت نے دنیا ہی میں آپ کی قوم کے سامنے بعث بعد الموت کا ایک ایسا واضح نمونہ پیش فرما دیا جس کے بعد کسی کے لیے بعث میں شک کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی، واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک دفعہ قتل کا واقعہ پیش آیا، قاتل کا سراغ نہ مل سکا، قوم کی درخواست پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی، وحی آئی کہ ایک گائے ذبح کرو اور اس کے کسی حصے سے مقتول کو مارو، وہ زندہ ہو کر قاتل کا پتا بتا دے گا، چناں چہ حکم کی تعمیل ہوئی، گائے ذبح کی گئی، اس کے ایک عضو سے مقتول کے کسی حصے کو مارا گیا، مقتول نے زندہ ہو کر قاتل کا نام بتا دیا اور ساری صورت حال سامنے آ گئی۔

اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح آج تمھارے رب نے ایک مردے کو زندہ کیا بالکل اسی طرح قیامت کے دن سارے مردوں کو زندہ فرمائے گا۔ قرآن کریم میں اس واقعہ کی تفصیل کچھ اس طرح بیان کی گئی ہے:

وَ اِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَ اللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۷۲﴾ۚ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۳﴾ ۔[سورۂ بقرہ:73]

یعنی یاد کرو تم نے ایک شخص کو قتل کیا، پھر قتل کا الزام ایک دوسرے کے سر ڈالنے لگے، جسے تم چھپاتے ہو اللہ اسے ظاہر فرما دے گا۔ تو ہم نے کہا کہ گائے کے ایک جز سے مقتول کو مارو، وہ مقتول زندہ ہو کر قاتل کا پتا بتا دے گا، اللہ اسی طرح قیامت کے دن مردوں کو زندہ فرمائے گا، اللہ تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھو اور ایمان لے آؤ۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اللہ کی نشانی ہیں، قرآن کریم نے آپ کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ جیسے عظیم القاب سے یاد کیا ہے، آپ نے بھی بعث بعد الموت کا ذکر فرمایا، ولادت کے بعد آپ کی مادر مہربان حضرت مریم رضی اللہ عنہا آپ کو گود میں لیے حاضر ہوئیں، مہر مادر میں رہتے ہوئے آپ نے لوگوں سے خطاب کیا اور اپنے سب سے پہلے خطاب میں فرمایا:

قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِيْ نَبِيًّا ۙ﴿۳۰﴾ وَّ جَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۪ۖ﴿۳۱﴾ وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِيْ ۫ وَ لَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿۳۲﴾ وَ السَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَ يَوْمَ اَمُوْتُ وَ يَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿۳۳﴾

[سورۂ بقرہ:33-30]

یعنی آپ نے فرمایا: میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ نے مجھے کتاب عطا فرمائی، اور مجھے نبی بنایا اور جہاں بھی رہوں مجھے بابرکت بنایا اور تا دم اخیر نماز قائم کرنے اور زکات ادا کرنے کا حکم دیا، مجھے اپنی ماں کا خدمت گزار بنایا، مجھے سخت خو اور نافرمان نہیں بنایا اور میری ولادت، وفات اور بعث کے دن اللہ کی جانب سے مجھ پر سلامتی ہو۔

(جاری)۔○○○

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین/سوال آپ بھی کر سکتے ہیں

آپ کے مسائل

مفتی اشرفیہ
محمد نظام الدین رضوی
کے قلم سے

مسجد میں نیچے گنجائش ہونے کے باوجود چھت پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: کچھ لوگ مسجد میں گنجائش کے باوجود چھت پر چلے جاتے ہیں اور کچھ تو چھت پر امام کے آگے صف بنا لیتے ہیں تو کیا ان لوگوں کی نماز صحیح ہوگی اور ان کی اقتدا درست ہوگی؟

جواب: جو لوگ مسجد میں نیچے گنجائش کے باوجود چھت پر چلے جاتے ہیں ان کی نماز ہو جائے گی اس لیے کہ مسجد مکان واحد کی حیثیت رکھتی ہے۔ "مکان واحد" کا مطلب یہ ہے ایک جگہ۔ صف مسجد میں ہو یا پھر وہ خواہ امام سے کتنی ہی دوری پر ہو حکماً امام سے متّصل مانی جائے گی، یعنی اس صف والوں کی جگہ اور امام کی جگہ حکماً ایک ہے۔ کہ مثلاً امام محراب کے پاس کھڑا ہو اور مقتدی مسجد کے ہی اندر بہت پیچھے کھڑا ہو تو اس کی نماز ہو جاتی ہے، اگر چہ بیچ میں 8، 10 گاڑیاں ایک ساتھ (Cross) کراس کرنے کی گنجائش ہو تب بھی اس میں حرج نہیں۔ لیکن میدان میں اگر امام کے پیچھے مقتدی اتنی دوری پر ہے کہ درمیان سے ایک گاڑی بھی گزر سکے تو مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی، کیوں کہ میدان میں ایک گاڑی کی مقدار جگہ چھوڑنے کے بعد اسے دوسرا مکان مان لیا جاتا ہے، پھر ایک گاڑی کی جگہ چھوڑنے کے بعد تیسرا مکان مان لیا جاتا ہے۔ اس کے بر خلاف مسجد کی اگر مکمل لمبائی، چوڑائی مثلاً سو سو ہاتھ یا اس سے زیادہ ہو تو بھی وہ سب مکان واحد ہے، دو مکان نہیں لہٰذا اگر ایسی صورت پائی جاتی ہے کہ 4، 5 صفیں نیچے لگیں اور گنجائش رہتے ہوئے 2، 4 صفیں اوپر لگ گئیں تو نماز صحیح ہو جائے گی، مگر وہ نماز مکروہ ہوگئی کہ بلا ضرورت مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے اور بلا وجہ امام سے دوری ایک الگ ناپسندیدہ امر ہے۔ مکروہ کا مطلب ہے وہ عمل جو اللہ کو ناپسند ہے، ناگوار ہے، تو آدمی نماز پڑھے اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ کو ناگوار اور ناپسند ہو تو اس سے کیا فائدہ؟ نماز ہو جانا الگ چیز ہے، مگر اللہ کی ناگواری کے ساتھ وہ نماز ہوگی لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔ اور جو لوگ چھت پر امام سے آگے صف بنا لیتے ہیں ان کی نماز نہ ہوگی کہ مقتدی پر امام کے پیچھے رہنا ضروری ہے اور امام کا بالاجماع سب سے آگے رہنا ضروری ہے۔ لفظ "امام" خود آگے ہونے کی خبر دیتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نماز کی صف میں نابالغ بچہ کہاں شامل ہو؟

سوال: مسجد میں نماز کے وقت کئی صفوں میں، یا ایک صف کے درمیان میں کوئی نابالغ بچہ نماز پڑھے، تو کیا نماز میں خلل واقع ہوگا؟

جواب: اس صورت میں نماز میں خلل واقع ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی ہو سکتا ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ جب بچہ سات سال یا اس سے زیادہ کا ہو اور اتنا سمجھ دار ہو کہ مسجد اور نماز کے احترام کو جانتا ہو اور وہ بلا عذر شور شرابا نہ کرے، تو اس کو مسجد میں لے جا سکتے ہیں، وہ اگر صف میں کہیں بھی کھڑا ہو گیا تو نماز میں کوئی فرق نہ پڑے گا اگر بیچ صف میں بھی آجائے تو اس کی وجہ سے صف نہیں کٹے گی۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ بچوں کی صف مردوں کی صف کے پیچھے ہو۔ اور اگر بچہ ابھی ناسمجھ اور بے شعور ہے تو وہ صف میں جہاں کہیں بھی کھڑا ہوگا صف کٹ جائے گی اور صف کے کٹنے کا گناہ ہوگا کہ جانتے ہوئے بھی استطاعت کے باوجود آپ نے صف کاٹی۔ حدیث پاک کا مفاد ہے کہ صف کا جوڑنا واجب ہے اور کاٹنا حرام و گناہ۔

کلمات حدیث یہ ہیں:

عن ابن عمر، قال: قال رسول الله: أقيموا الصفوف، وحاذوابين المناكب، وسدو الخلل، ولينوا بايدى اخوانكم، ولا تذروا فرجات الشيطان. ومن وصل صفاً وصله الله ومن قطعه قطعه الله.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: صفیں درست کرو، اور اپنے کندھے سب ایک سیدھ میں رکھو، اور صف کے رخنے بند کرو، اور مسلمانوں

کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ، اور صف میں شیطان کے لیے خالی جگہیں نہ چھوڑو، اور جو صف کو جوڑے اسے اللہ جوڑے اور جو صف کو کاٹے اسے اللہ کاٹے۔

اس حدیث کو امام احمد نے مسند میں اور امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں تخریج کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

صف میں جگہ خالی ہو تو اس کے پیچھے صف لگانا کیسا ہے؟

سوال: کئی صفیں لگ گئیں اور کسی صف میں ایک آدمی کی جگہ باقی رہ گئی ہو اور اس کو چھوڑ کر پیچھے صفیں لگالی جائیں تو اگلی صف کے لوگوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب: نماز تو ہو جائے گی، مگر جن لوگوں نے جانتے ہوئے صف کی وہ جگہ خالی رکھی ہے وہ سب گنہگار ہوں گے کہ حدیث شریف میں ہے: من وصل صفاً وصله الله ومن قطعه قطعه الله۔

ترجمہ: جو صف کو جوڑے اسے اللہ جوڑے اور جو صف کو کاٹے اسے اللہ کاٹے۔

اس بارے میں حکم شرع یہ ہے کہ پیچھے سے آنے والے کو معلوم ہو کہ آگے کی صف میں جگہ خالی ہے تو اس پر لازم ہے کہ صفوں کو چیرتا ہوا آگے نکل جائے اور صف کی اس خالی جگہ کو پر کرے۔ یہ ہماری ڈسپلن ہے، ہمارا نظم و نسق ہے۔ اسلام میں جس نظم و نسق کی تعلیم دی گئی ہے اس کا ادنیٰ نمونہ یہ بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بغیر بٹن لگائے اور آستین درست کیے نماز پڑھنا کیسا؟

سوال: نماز میں بغیر بٹن لگائے اور آستین درست کیے نماز صحیح ہوگی؟ جب کہ جماعت چھوٹنے کا خطرہ ہو؟

جواب: نماز تو صحیح ہوگی مگر مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ ہوگی اس لیے کہ بغیر بٹن لگائے اور آستین درست کیسے نماز کی نیت نہ کرے اگرچہ جماعت کے چھوٹ جانے کا ڈر ہو۔ پہلے آپ سنت کے مطابق اپنے آپ کو تیار کرلیں اور آستین وغیرہ سیدھی کرلیں، پھر نماز شروع کریں۔ اگر موقع مل جائے تو جماعت سے پڑھ لیں اور اگر جماعت نہ ملے تو اللہ کی بارگاہ میں توبہ کریں کہ آپ سے تاخیر ہوئی، بھول ہوئی آئندہ ایسا نہ کریں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مقتدی قرآن شریف دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: امام جماعت کی نماز میں قراءت کر رہا ہو تو مقتدی پیچھے قرآن شریف دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟ جیسا کہ لوگ حرم شریف کی جماعت (ٹی وی) پر دیکھتے ہیں۔ نیز تراویح میں امام قراءت کر رہا ہو اور مقتدی ہاتھ میں قرآن لیے دیکھ رہے ہوں تو اس بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟

جواب: یہ طریقہ غلط ہے اور یہ وہابیوں کا طریقہ ہے جو انھوں نے وہاں پر نکالا ہے۔ قرآن پاک کا صاف صاف حکم ہے:

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ (الاعراف:204)

جب قرآن پڑھا جائے تو تم اس کو بغور سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

معلوم ہوا جو امام کے پیچھے قرآن لے کر پڑھتے ہیں یا دیکھتے ہیں، وہ غور سے نہیں سنتے بلکہ آدھا سنتے ہیں اور آدھا باہر جاتا ہے، بلکہ یہ سننا ہی نہیں ہے۔ سنتا تو وہ ہوگا کہ کان لگا کر اپنے قصد و اختیار سے سنا جائے اور وہ جب قرآن دیکھ رہے ہیں تو کان میں آواز تو آ رہی ہے مگر یہ سن نہیں رہے ہیں۔ کان میں آواز کا آنا الگ چیز ہے اور کان لگا کر غور سے سننا یہ الگ چیز ہے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے: **فَاسْتَمِعُوا** غور سے سنو، معلوم ہوا کہ غور سے سنا فرض ہے تو وہ لوگ فرض کو کھلے طور پر چھوڑ رہے ہیں اور اس فرض کے چھوڑنے کا ٹی۔ وی۔ پر اشتہار کر رہے ہیں اس کی وجہ سے بھی وہ گنہگار ہو رہے ہیں۔ آپ لوگ ہر گز ہر گز ایسی بدعت کا ارتکاب نہ کریں اور ناجائز کام کی طرف توجہ نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جتنی نمازیں ذمے تھیں اس سے زیادہ پڑھ لیں، کیا حکم ہے؟

سوال: ایک شخص نے قضائے عمری نمازیں جتنی اس کے ذمہ تھیں اس سے زائد پڑھ لیں تو کیا اس نے غلط کیا؟

جواب: نہیں، غلط نہیں کیا بلکہ اچھا کیا، اس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یقینی طور پر بری الذمہ ہو جائے گا ہاں اگر سب قضا نمازیں ادا ہو گئیں اس کے بعد بھی وہ احتیاطاً ادا کر رہا ہے تو فرض اعتقاد کر کے ادا نہ کرے بلکہ یوں نیت کرے کہ میرے ذمہ آخری فرض فجر، ظہر، عصر، مغرب یا عشا نماز بھول چوک سے رہ گئی تو میں نے اس فرض نماز کی ادائیگی کی نیت کی۔ اس نیت سے وہ نماز پڑھے تا کہ یہ لازم نہ آئے کہ جو چیز فرض نہیں ہے اس کو یہ فرض اعتقاد کرے کیوں کہ غیر فرض کو فرض تسلیم کرنا ناجائز ہے، لہٰذا یہ احتیاطی نیت کرنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ■■■

فکر امروز

تعلیم وتربیت کا نبوی نظام ونصاب اور موجودہ نصاب علوم اسلامیہ جدید تقاضوں کی روشنی میں

خطاب بموقع (دوروہ ورکشاپ برائے نصاب مدارس وقومی تعلیمی پالیسی 2020ء)

منعقدہ 10-11 اگست 2024ء مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

مفتی بدرعالم مصباحی

کنونشن میں تشریف فرما حضرات بخوبی واقف ہیں کہ خالق کائنات نے نوع انسانی کی تخلیق فرمائی توانہیں فرش زمین پر خوش گوار لمحات حیات گزارنے کے لیے تمام ترمیدان عمل میں کار آمد نصاب و نظام زندگی بھی عطا فرمائے جس کا دائرہ اثر بہت ہی جامع، عظیم اور وسیع ہے۔ پیدائش کے پہلے سے لے کر مرنے کے بعد تک زندگی کے تمام تر گوشوں مثلاً ایمانیات، عبادات، اخلاقیات، معاشرت، معاملات اور امور ریاست وغیرہ سینکڑوں شعبۂ حیات کا اجمالی اور تفصیلی طور پر ہر اعتبار سے احاطہ کیے ہوئے ہے۔ خدائے وحدہ لاشریک نے اہل ایمان کے حق میں تعلیم کا منہج، مقصد اور نصاب متعیّن فرماتے ہوئے اپنی منشا کا اظہار اس انداز میں فرمایا:

وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآىِٕفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ.

(القرآن الکریم، سورۃالتوبۃ، رقم الآیہ 122)

اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ نوع انسانی سے کچھ ایسے افراد ضرور ہونے چاہیے جو تفقہ فی الدین حاصل کریں اور خدائے وحدہ لاشریک کے آخری پیغام دین اسلام کے اسرار و رموز، حکمت و مصالح کی گہری سمجھ رکھتے ہوں، پھر اپنی قوم کی اصلاح و دعوت رشد و ہدایت، امامت وقیادت جیسا پاکیزہ اہم اور بنیادی فریضہ انجام دیں۔

حضرت آدم سے لے کر سید الانبیا و المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین۔ تک سب اسی منہج پر منصب نبوت و رسالت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

اس اہم مقصد کے لیے پیغمبر اسلام محمد عربی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے تمام تر انسانیت کے لیے مفید اسلامی علوم سیکھنے سکھانے کی خاطر مدینہ طیبہ میں سب سے پہلی عظیم الشان درسگاہ دینی جامعہ مدرسہ صفہ قائم فرما کر پوری دنیا کو یہ عملی پیغام دیا کہ انسانیت کے حق میں مفید اور صالح افکار ونظریات سپلائی کرنے کا مضبوط ومحکم پلیٹ فارم دینی ماحول میں چلنے والے ادارے، جامعات تعلیمی مراکز اور مدارس ہی ہیں۔

یہیں سے اسلام کے عقائد حقہ احکام ومسائل دینیہ کی ترویج واشاعت کے بنیادی فریضہ کی ادائیگی عمل میں آتی ہے۔ اور زندگی کے مختلف شعبوں میں دینی تعلیمات کے مطابق کام کرنے والے افراد کی تیاری میں فیکٹری کا کام بھی مدارس ہی کرتے ہیں، گویا مدارس افراد سازی کا ایسا بہترین کارخانہ ہیں جہاں سے ملک اور قوم وملت کے حق میں مفید اور صالح افراد کی تشکیل اور تعلیم و تربیت کا بنیادی قومی و ملی اور وطنی فریضہ انجام دیا جاتا ہے۔

اس لیے مدارس اسلامیہ کو بہتر سے بہتر بنانے کی ہر کوشش کو سراہنا اور اس کار خیر میں دامے درمے قدمے سخنے جدوجہد کرنے والی ٹیم کے ساتھ شانہ بشانہ چلنے کی کوشش کرنا ہر دردمند دل رکھنے والے ذمہ دار فرد کے دل کی صدا اور قومی و ملی دینی و دنیاوی ذمہ داری ہے

امام ترمذی ابن ماجہ وغیرہ متعدّد محدثین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے مختلف سندوں کے ساتھ روایت فرمایا کہ رسول اعظم خاتم النبیین صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا."

حکمت ودانائی کی باتیں اہل ایمان کی گمشدہ دولت ہیں وہ اسے جہاں بھی پائیں انہیں حاصل کرنے کا حق زیادہ پہنچتا ہے (الترمذی (5/51) وابن ماجہ (2/1395) والقضاعی فی مسند الشہاب (1/65)

مشرق سے نہ بیزار نہ مغرب سے حذر کر
فطرت کا تقاضا ہے کہ ہر شام سحر کر

اس بات سے ہرگز انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بیش تر اسلامیات کی بقا وتحفظ کا سینٹر مدارس اسلامیہ ہی ہیں اور یہ حقیقت بھی تسلیم کیا جانا چاہیے کہ ہر دور میں اسلام سے متعلق اعتقادی آوارگی پر قدغن لگانے کی اہم ذمہ داری بھی مدارس اسلامیہ کے پروڈکٹس (PRODUCTS) افراد ہی کماحقہ نبھاتے رہے اور یہی افراد، اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنے پر قادر رہے اس لیے مدارس کے قدیم بنیادی ڈھانچے کو برقرار رکھنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ آج اسلام اور اسلام کے بہت سے بنیادی مسائل پر غیروں بلکہ کچھ اپنے ماڈرن (MODERN) برادران اسلام کی جانب سے بھی سوشل میڈیا پر یلغار ہوتی رہتی ہے پھر میڈیائی پلیٹ فارم پر ڈیبیٹ (DEBATE) کے لیے ایسے افراد اسلام کے دفاعی وکیل بن کر پہنچ جاتے جنھیں علوم اسلامیہ کی A, B, C, D بھی نہیں معلوم۔ ایسے حالات میں سوائے جگ ہنسائی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

جن بنیادی مقاصد کے لیے مدارس قائم کیے گئے ان مقاصد کو ضرب پہنچائے بغیر جدید تقاضوں کی رعایت بھی ضروری ہے۔ اس لیے مدارس کے نصاب تعلیم کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش قابل ستائش تو ہے لیکن یہ خیال ضرور رہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے نام پر مدارس سے علوم اسلامیہ ہی کا جنازہ نہ نکل جائے۔

کتاب وسنت اسلامیات کے بنیادی مآخذ اور مصادر ہیں، اس لیے مدارس اسلامیہ کے نصاب کی تجدید کاری کے وقت کتاب وسنت کی تفہیم وتسہیل سے متعلق جتنے فنون درکار ہیں انھیں نظر انداز کرنا ہرگز روا، نہ ہوگا۔ اس لیے اسلامیات کی بقا وتحفظ کے ہر مخلص دعوی دار اور اسلامیات کے محبین سے عرض گزار ہوں کہ ہم باقی رہیں نہ رہیں، علوم اسلامیہ کی شایان شان بقا آنے والی مسلم نسلوں کے لیے بہت ضروری ہے۔ اور علوم اسلامیہ کی کماحقہ بقا وتحفظ مدارس اسلامیہ کے بنیادی نصاب تعلیم کے بغیر ناممکن ہے۔

ہاں اسی بنیادی نصاب تعلیم سے حاصل علوم اسلامیہ کی تفہیم و ترسیل کے لیے ذرائع ابلاغ کی نئی راہیں تلاش کرنے اور انھیں مدارس میں نافذ کرنے میں حرج نہیں بلکہ وقت کا جبری تقاضا ہے اور اس سلسلے میں کی جانے والی ہر مثبت کوشش قابل عمل اور لائق تعریف وتحسین ہے۔ ▪▪

(ص:29 کا باقی)

روزے کا وقت: رمضان میں روزے رکھنے کا حکم ہے اور اسے بھی وقت پر شروع اور ختم کرنا ضروری ہے۔ یہ بچوں کو صبر اور وقت کا پابند ہونے کی تربیت دیتا ہے۔

اجتماعی زندگی:

وقت کی پابندی ایک سماجی فرض بھی ہے اور یہ دوسروں کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کرنے میں مدد کرتی ہے۔

گھڑی: بچوں کو گھڑی دیکھنا سکھائیں اور انہیں وقت کا حساب لگانا سکھائیں۔

ایلارم گھڑی: بچوں کو ایلارم گھڑی استعمال کرنا سکھائیں تاکہ وہ وقت پر اٹھ سکیں۔

وقت کا جدول: بچوں کے لیے ایک وقت کا جدول بنائیں اور اسے دیوار پر لگادیں تاکہ وہ اپنی سرگرمیوں کو منظم کر سکیں۔

کھیل اور سرگرمیاں:

- وقت کی پابندی سے متعلق مختلف کھیل اور سرگرمیاں کھیلائیں۔
- مثبت سوچ:
- بچوں کو یہ بتائیں کہ وقت کی پابندی ان کی زندگی کو کیسے آسان بنائے گی۔

قارئین: پیارے آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگ دھوکے میں ہیں، ایک صحت اور دوسری فراغت۔

(بخاری، 4/222، حدیث: 6412)

ہر انسان کے پاس 24 گھنٹے 1440 منٹ یا 86400 سیکنڈ ہوتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ قدرت کے عطا کردہ اس وقت کو وہ کن کاموں میں صرف کرتا ہے. ہماری کوشش ہوتی ہے کہ ہم بچوں کی نفسیات کے تمام تر پہلوؤں کو مد نظر رکھتے ہوئے متعلقہ موضوع پر موثر معلومات پیش کر سکیں۔ وقت کی پابندی کے حوالے سے بھی ہم نے کوشش کی ہے کہ بچوں کی عمر، صلاحیت، ذہنی سطح کے مطابق آپکو مفید مشورے دے سکیں۔ آپ ان مشوروں پر عمل کر کے دیکھئے گا اللہ پاک نے چاہا تو آپ اس کے مثبت نتائج پائیں گے۔ اللہ کریم ہمیں وقت درست اور نیک کاموں میں صرف کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ▪▪▪

شعاعیں

اکلِ حلال کے بغیر تقویٰ ممکن نہیں

محمد مدثر حسین اشرفی پورنوی

جاندار کی حیات وزیست کے لیے جہاں دیگر اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے وہیں خورد ونوش کی بھی اشد ضرورت ہوتی ہے - خالقِ کائنات عزوجل کا بڑا فضل وکرم ہے کہ وہ ہر جاندار کو رزق عطا فرماتا ہے-اس کی شان کریمی ورحیمی کہ جو اسے معبود مانتا ہے اسے بھی رزق عطا فرماتا ہے، اور جو منکرین ہیں اسے بھی رزق عطا فرماتا ہے -

مخلوقات میں انسان کو اشرف ہونے کا شرف حاصل ہے - بندوں پر یہ فرض ہے کہ رزق حلال کے حصول کے لیے جدوجہد کرے، اور اسی سے خود کی اور اپنے اہل وعیال کی پرورش کرے-انبیائے کرام علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں، قصدًا یہ مقدس گروہ غلطی نہیں کرتے-اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان حضرات کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے رسولو! پاکیزہ روزی کھاؤ-اس سے حلال رزق کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے-

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لیے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر کھالو جان بوجھ کر-(پ2 سورہ البقرہ آیت نمبر188)

مذکورہ آیت کی تفسیر میں صدرالافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین اشرفی مرادآبادی قدس سرہ رقم طراز ہیں:

"اس آیت میں باطل طور پر کسی کا مال کھانا حرام فرمایا گیا خواہ لوٹ کر یا چھین کر، یا چوری سے، یا جوئے سے، یا حرام تماشوں یا حرام کاموں یا حرام چیزوں کے بدلے یا رشوت یا جھوٹی گواہی یا چغل خوری سے یہ سب ممنوع وحرام ہے-"

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ ناجائز فائدہ کے لیے کسی پر مقدمہ بنانا اور اس کو حکام تک لے جانا ناجائز وحرام ہے-اسی طرح اپنے فائدہ کی غرض سے دوسرے کو ضرر پہنچانے کے لیے حکام پر اثر ڈالنا رشوتیں دینا حرام ہے- جو حکام رس لوگ ہیں (یعنی جس کی پہنچ حکمرانوں تک ہے) وہ اس آیت کے حکم کو پیشِ نظر رکھیں- حدیث شریف میں مسلمانوں کے ضرر پہنچانے والے پر لعنت آئی ہے"(خزائن العرفان)

رئیس المحققین، شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ مفتی الحاج سید الشاہ محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی کچھوچھوی، جانشین حضور محدث اعظم ہند مندرجہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

"اور نہ کھاؤ اپنے آپس کے مال کو بے جا غصب کرکے، چوری کرکے چھین کر، جھوٹی قسم کھا کر، جوا کھیل کر، رشوت دے کر، کاہن کے پاس جاکر، لہو ولعب کا مظاہرہ کرکے، نوحہ کرکے غلط حیلوں سے خیانت کرکے اور مختلف ناجائز اور باطل طریقوں سے-تم حاکم کے پاس جھوٹی قسم کھاکر اور چالاکی سے محبت قائم کرکے اپنے حق میں فیصلہ تو کرالو گے اور حاکم تمھارے حق میں فیصلہ کربھی دے گا لیکن اگر حقیقت میں اس پر تمھارا حق نہیں تھا، بلکہ اس کا صحیح حق دار تمھارا مقابل تھا، تو یقین کرلو کہ حاکم تمہیں تمھاری چیز نہیں دے رہا ہے بلکہ آگ کا ٹکڑا دے رہا ہے، جو تمھاری آخرت کو خاکستر کردے گا۔

تم پر لازم ہے کہ اپنے معاملات میں حق وانصاف کو ملحوظ خاطر رکھو، اور غلط ناحق طریقے سے (نہ اس کا مقدمہ لے جاؤ حکام تک بایں غرض کہ لوگوں کا کچھ مال) حاکم کو رشوت دے کر، اس سے جھوٹ بول کر اس کے سامنے جھوٹی گواہی دے کر ناحق کھالو وہ بھی جان بوجھ کر اس لیے کہ تمھیں تو بخوبی معلوم ہے کہ سچائی کیا ہے؟ اور تم جس پر اپنا حق جتا رہے ہو اس پر تمھارا کوئی حق نہیں - الغرض اپنے مقدمات ایسے حکمرانوں کی طرف مت لے جاؤ جن کا کام ظلم کرنا ہو اور رشوت لے کر غلط فیصلہ کرنے کی جن کی عادت ہو-اور یاد رکھو گناہ کو گناہ جانتے ہوئے اس کا ارتکاب، بہت زیادہ قبیح ہے-دنیا میں تین چیزیں ہوتی ہیں-حلال، حرام، مشتبہ، حلال، ثواب کا موجب ہوتا ہے، حرام، سزا کا مستحق ہوتا ہے اور، مشتبہ، عتاب کا سبب ہوتا ہے- (تفسیر اشرفی جلد اول)

حضرت علامہ پیر کرم شاہ ازہری اسی آیت کے ضمن میں رقم طراز ہیں: "اسلامی نظامِ معاشیات کا ایک اور قاعدہ بیان ہو رہا ہے- یعنی ناجائز طریقہ سے لوگوں کے مال نہ کھاؤ-علامہ قرطبی فرماتے ہیں وہ شخص جس نے ایسے طریقے سے مال حاصل کیا جس کی شریعت نے

اجازت نہیں دی تو اس نے باطل ذریعہ سے کھایا- اس میں جوا، دھوکہ دہی، زبردستی چھین لینا کسی کے حقوق کا انکار اور وہ مال جسے اس کے مالک نے خوشی سے نہیں دیا، سب اکل باطل میں شامل ہیں- علامہ قرطبی نے یہ تصریح بھی کی ہے، اگر کوئی شخص رشوت دے کر جھوٹی قسم کھا کر یا جھوٹی گواہیاں دلوا کر اپنے حق میں فیصلہ کرالے تو قاضی کا فیصلہ حرام کو حلال نہیں کر سکتا"۔(ضیاء القرآن)

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمھاری باہمی رضامندی کا ہو-(پ5 آیت نمبر 29 سورہ النساء)

حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی بدایونی قدس سرہ آیت مذکورہ کے تحت رقم طراز ہیں: " یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔'' چونکہ مالی معاملات میں حرام وحلال سے بچنا بہت مشکل ہے اور اللہ تعالیٰ مشکل احکام سناتے وقت پہلے مسلمانوں کو خطاب اور پھر حکم سناتا ہے- نیز اعمال سے ایمان مقدم ہے نیز حرام کمائیوں سے بچنے کا حکم صرف مسلمانوں کو ہے- کفار ان احکام کے مخاطب نہیں ہوتے- ان وجوہ سے پہلے مسلمانوں کو پیارے خطاب سے پکارا تاکہ اس خطاب کی لذت سے مسلمانوں پر یہ بھاری احکام آسان ہو جائیں۔

لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔

اگرچہ حرام مال کا استعمال مطلقاً حرام ہے، مگر چونکہ کھانا مال کا اصل مقصود ہوتا ہے، اس لیے یہاں کھانے کی ممانعت فرمائی، اَموال جمع فرما کر اس طرف اشارہ کیا کہ ہر قسم کے حرام مال سے بچو، روٹی، کپڑا، مکان، جائیداد، جانور وغیرہ جو بھی حرام ذریعے سے حاصل ہوں ان سے بچو"-(تفسیر نعیمی)

حضرت علامہ پیر کرم شاہ ازہری اسی آیت مبارکہ کے ضمن میں رقم طراز ہیں: "کسبِ حلال پر قرآن پاک نے جتنا زور دیا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں- ایسے موقعوں پر قرآن پاک کا انداز بیان بڑا اثر انگیز ہوتا ہے- یہ نہیں فرمایا کہ دوسروں کے مال ناجائز طریقوں سے مت کھاؤ بلکہ فرمایا اپنے مال باطل طریقوں سے مت کھاؤ۔

اس سے یہ حقیقت واضح کرنا مطلوب ہے کہ اُمّت کے کسی فرد کا مال پرایا مال نہیں بلکہ اپنا ہی مال ہے- اس میں ناجائز تصرّف کرنا دھوکہ فریب سے اس کو ہڑپ کرنا اپنے آپ سے ہی دھوکہ کرنا ہے- ہاں اگر تم آپس میں تجارت کرو اور تجارت میں کسی کی سادہ لوحی یا مجبوری سے ناروا فائدہ نہ اٹھایا گیا ہو بلکہ فریقین نے راضی خوشی سے لین دین کیا ہو، اور اس طرح تمہیں نفع حاصل ہو تو یہ نفع حلال ہے- عَنْ تَرَاضٍ کے کلمات پر مزید غور فرمائیے، اسلام جس صاف ستھری تجارت کی اجازت دیتا ہے اس کے خدّوخال آپ پر واضح ہو جائیں گے۔"(ضیاء القرآن)

مندرجہ بالا آیات کریمہ اور تفاسیر میں ہر قسم کے ناجائز و حرام مال کھانے کی ممانعت کی گئی ہے- اب احادیث شریفہ اس تعلق سے پیش ہیں- مشہور صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا: "ضرور لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ کچھ پرواہ نہیں کرے گا کہ جو مال اس نے حاصل کیا وہ حلال ہے یا حرام"۔(بخاری شریف)

سرکار کے اس فرمان عبرت نشان کو پڑھیے اور دور حاضر میں لوگوں میں مال و دولت کے حصول میں تفکر اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جنون دیکھیے- ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ زمانہ آچکا ہے- لوگ دولت کے اس درجہ حریص ہو چکے ہیں کہ حلال و حرام میں بالکل تفاوت نہیں کرتے-

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو کوئی دس درہم میں کپڑا خریدے، اور اس میں ایک درہم حرام کا ہے جب تک وہ کپڑا اس پر رہے گا اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں کرے گا"-

(مشکاۃ شریف)

خلاصۂ کلام یہ کہ بہر حال رزق حلال سے خود کی اور اہل وعیال کی پرورش کرنی چاہیے- واضح رہے کہ شیطان جو انسانوں کا کھلا دشمن ہے، وہ انسانوں کو ہمہ وقت بہکانے کی فراق میں رہتا ہے- مگر جب وہ کسی عابد کو دیکھتا ہے کہ عبادت میں بہت مصروف ہے لیکن خورد و نوش میں حلال و حرام میں کوئی امتیاز نہیں کرتا، تو ابلیس لعین اپنے چیلوں سے کہتا ہے اسے بہکانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ خواہ یہ کتنی ہی عبادت کر کے اپنے نامۂ اعمال پُر کرلے مگر اس کا کھانا حرام ہے تو اس کی کوئی بھی عبادت بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں۔ تف ہے دور حاضر کے ان اہل علم دنیا داروں پر جو اکل حرام کی نحوست کا علم رکھتے ہوئے اس فانی دنیا میں عارضی عیش وعشرت کے لیے حلال و حرام میں تمیز نہیں کرتے۔ یاد رہے کہ تقویٰ و پرہیز گاری کی صفت تب ہی آئے گی جب خورد و نوش حتّٰی کہ سارے معاملات حلال و جائز طریقے سے ہوں۔ ▫▫▫

انوار حیات

سید نا محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ

علامہ محمد حسین فاروقی صابری الہ آبادی علیہ الرحمہ

نام و نسب: نام: عبد القادر، کنیت ابو محمد لقب محی الدین غوث اعظم، غوث صمدانی محبوب سبحانی، شیخ کبیر۔

نسب شریف آپ کا والد ماجد کی طرف سے یہ ہے:

شیخ عبد القادر ابن ابی موسیٰ جنگی دوست ابن عبد اللہ بن یحییٰ زاہد بن امام محمد بن امام داؤد بن امام موسیٰ بن امام عبد اللہ بن موسیٰ الجون بن امام عبد اللہ المحض بن امام حسن بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔

اور ماں کی طرف سے نسب شریف آپ کا یوں ہے:

شیخ عبد القادر بن سیدہ فاطمہ ام الخیر الجبار بنت ابی عبد اللہ صومعی بن جمال الدین بن محمد بن محمود الجواد الرضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد بن علی زین العابدین بن حسین بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔

یہ نسب نامہ آپ کا وہ ہے کہ جس پر اہل سیر کے بڑے بڑے اکابر نے اتفاق کیا ہے، اگر کوئی نادان شیعی نے اس پر کلام کیا تو جہالت اور تعصب اُس کا منشا ہے آپ من حیث الاب سید حسنی اور من حیث الام سید حسینی ہیں۔

بچپن: لڑکپن ہی سے آپ پر آثار ولایت ظاہر ہونے لگے آپ کی والدہ ماجدہ کا ۶۰ برس کا سن تھا جب آپ پیدا ہوئے۔ عادۃً اس سن میں عورتوں کی اولاد نہیں ہوتی، جس سال آپ پیدا ہوئے رمضان کے مہینے میں دودھ نہیں پیا۔ بدلی تھی چاند نظر نہیں آیا، یہ بات مشہور ہوئی کہ شہر کے کسی خاندان میں ایک لڑکا پیدا ہوا جو رمضان میں دودھ نہیں پیتا، آپ کی والدہ سے اُن لوگوں نے پوچھا کہ لڑکے نے دودھ پیا ہے یا نہیں؟ معلوم ہوا کہ نہیں پیا اس وجہ سے یقین ہوا کہ وہ دن رمضان کا ہے۔

آپ 470ھ میں پیدا ہوئے اور بعضوں نے 471ھ لکھا ہے اس بنا پر "عشق" یا "عاشق" آپ کی تاریخ ولادت ہے۔ 91 برس کا سن پایا۔ 33 برس درس اور فتویٰ نویسی میں بسر کیا 18 برس کا سن تھا جب گیلان سے بغداد تشریف لائے اور بڑے بڑے محدثین اور مشائخ سے سماعت حدیث کی۔ جمیع علوم و فنون میں بڑی مہارت حاصل کی، خلق اور خالق کی نظر میں بڑے معظم اور محترم رہے۔

سفر بغداد اور رہزنوں کی اصلاح: آپ فرماتے ہیں کہ ایام طفولیت میں ایک شہر کے اطراف میں تفریحاً گیا وہ دن عرفہ کا تھا۔ ایک گائے بھاگی اُس کے پیچھے میں دوڑا، گائے نے منھ پھیر کر مجھ سے کہا کہ اے عبد القادر تم اس واسطے پیدا نہیں کیے گئے ہو، میں ڈر کر بھاگا اور اپنے مکان کی چھت پر چڑھ گیا۔ دیکھا عرفات والے لوگ وہاں وقوف کے لیے جمع ہیں۔ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ مجھے دنیا کے کاروبار سے معاف کیجیے اور اجازت دیجیے کہ بغداد میں جاکر علم سیکھوں اور بزرگوں کی صحبت میں رہوں۔ انھوں نے اس کا سبب پوچھا، میں نے جو کچھ دیکھا تھا بیان کر دیا۔ وہ اس حال کو سُن کر رونے لگیں اور جاکر اسّی (80) دینار لائیں جو میرے والد نے ترکہ میں چھوڑے تھے۔ اُس میں سے چالیس (40) میرے کپڑے میں سی دیے اور مجھے رخصت فرمایا اور چلتے وقت مجھ سے عہد لیا کہ کسی حال میں جھوٹ نہ بولوں اور مجھے دُعائیں دے کر رخصت کیا۔

ایک چھوٹا سا قافلہ بغداد کو جاتا تھا میں اُس کے ہمراہ ہو لیا جب ہمدان سے ہم آگے بڑھے تو ناگہاں ساٹھ سواروں نے آکر قافلہ کو گھیر لیا اور خوب لوٹا مگر مجھے فقیر جان کر چھوڑ دیا اور کچھ نہ پوچھا۔ ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ اے فقیر تیرے پاس کیا ہے؟ میں نے کہا کہ چالیس دینار ہیں۔ اس نے کہا کہ کہاں ہیں؟ میں نے کہا کہ میرے کپڑے میں بغل کے نیچے سلے ہوئے ہیں۔ اُس نے مذاق سمجھ کر مجھے چھوڑ دیا۔ پھر دوسرا شخص آیا اُس نے بھی مجھ سے وہی پوچھا، میں نے وہی جواب دیا اور وہ دونوں جب اپنے سردار کے پاس گئے تو میرا حال بیان کیا۔ اُس نے مجھے پکڑ بلوایا اور اس نے بھی وہی سوال کیا کہ تیرے پاس کیا ہے؟ میں نے بے تکلف کہہ دیا کہ چالیس دینار ہیں جو میرے کپڑے میں بغل کے نیچے سلے ہیں۔ اُس نے سیون توڑ کر دیکھا تو واقعی چالیس دینار تھے۔ اُس نے متعجّب ہو کر مجھ سے کہا کہ ٹھگوں سے کوئی شخص اپنا مال ظاہر نہیں کرتا تم نے اپنا مال کیوں ظاہر کر دیا؟ میں نے کہا

کہ چلتے وقت میری والدہ نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ کبھی جھوٹ نہ بولوں میں اُسی عہد پر قائم ہوں اس لیے میں نے کہہ دیا۔ اس کہنے کا اُس پر ایسا اثر ہوا کہ رونے لگا اور کہا کہ تم ابھی کمسن ہو اور اپنی والدہ کے ساتھ جو عہد کیا ہے اس میں یہ خیال ہے کہ خلاف نہ ہونے پاوے اور ہم کو اتنا زمانہ دراز گذرا کہ خدا کے خلاف کرتے ہیں اور شرم نہیں کرتے اس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی یہ دیکھ کر اس کے ساتھیوں نے بھی توبہ کی اور کہنے لگے کہ تو چوری میں بھی ہمارا سردار تھا آج توبہ میں بھی ہمارا سردار ہے اور قافلہ والوں کا سارا مال جو لیا تھا واپس کر دیا۔

حکایت: آپ فرماتے ہیں کہ میں لڑکپن میں جب قصد کرتا تو سنتا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے، الی یا مبارک۔ یعنی میری طرف آاے مبارک! یہ سن کر میں اپنے ہم سن لڑکوں کی جماعت سے الگ ہو کر اپنی ماں کی گود میں چھپ جاتا۔

حکایت: لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے اپنے کو کب سے ولی جانا کہا؟ جب میرا دس برس کا سن تھا اور میں اپنے گھر سے مکتب کو جاتا تھا تو اپنے ساتھ جماعت فرشتوں کی دیکھتا، جب مکتب میں پہنچتا اپنے کانوں سے سنتا، کہتے تھے: اصفحوا الی اللہ۔ ایک دن اس طرف سے ایک شخص کا گذر ہوا اور وہ صاحب بصیرت تھا اُس نے جو یہ حال دیکھا تو لوگوں سے پوچھا کہ یہ لڑکا کون ہے؟ انھوں نے کہا کہ سادات کے خاندان سے ہے۔ کہا اس شخص کا بہت بڑا مرتبہ ہونے والا ہے اُس شخص کو چالیس برس کے بعد پہنچانا، وہ ابدال میں سے تھا۔

زمانہ طالب علمی کی مشقتیں:

حکایت: شیخ طلحہ بن قرتحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ابتداءً مجھے بغداد میں کسی قدر تکلیف تھی، ایک مرتبہ بیس فاقے گذرے میرے پاس کھانے پینے کا سامان کچھ نہ تھا۔ ایوان کسریٰ کی طرف گیا کہ کچھ مل جائے تو کھانے کا سامان ہو وہاں میں نے ستّر اولیا کو پایا کہ وہ سب کے سب اسی حالت و کیفیت میں مبتلا تھے جس میں میں تھا۔ وہاں سے واپس آیا تو ایک شخص نے ایک ٹکڑا چاندی کا دے کر کہا کہ یہ تمھاری والدہ نے بھیجا ہے اس میں سے کچھ اپنے پاس رکھا اور کچھ فقرا کو دیا۔ جو اپنے لیے رکھ لیا تھا اُس کا کھانا خرید لیا اور فقرا کے ساتھ مل کر کھایا۔ ایک مرتبہ ایسا ہی اور اتفاق ہوا کہ بغداد میں گرانی تھی اور مجھے کھانے پینے کی طرف سے تنگی تھی، کئی دن سے مجھے کچھ میسر نہ آیا تھا۔ جنگل میں جاتا تو گٹھلیاں یا بقولات کی پتی جو کچھ مل جاتی کھاتا۔ ایک دن اسی خیال سے دریا کے کنارے گیا وہاں اور بھی فقرا کو دیکھا کہ وہ بھی اس تلاش میں ہیں، شہر میں بھی بہت کچھ جستجو کی مگر کچھ میسر نہ آیا۔ ناگاہ ایک مسجد میں پہنچا جو بازار ریحا میں واقع تھی، بھوک کی شدت اور ناتوانی کے سبب ہل نہ سکتا تھا۔ ایک جوان عجمی مسجد کے گوشہ میں بیٹھ کر روٹی کھانے لگا۔ میرے نفس نے کئی بار چاہا کہ شریک ہو جاؤں مگر میں نے روکا۔ اُس جوان نے مجھے دیکھا اور کھانے کے لیے اصرار کیا۔ اثنائے گفتگو میں میرا حال پوچھنا شروع کیا کہ کون ہو اور کیا شغل رکھتے ہو اور کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے نام بتایا اور کہا کہ طالب علم ہوں جیلان کا رہنے والا ہوں، اُس نے کہا میں بھی وہیں کا رہنے والا ہوں۔ تب اُس نے پوچھا تم پہچانتے ہو کہ ایک نوجوان طالب علم جیلان کا رہنے والا عبد القادر نامی فلاں خاندان کا یہاں ہے؟ میں نے کہا وہ میں ہوں۔ اُس کا چہرہ متغیّر ہو گیا اور کہا کہ اتنے روز بغداد میں آئے ہوئے مجھے ہوئے تمھارا حال دریافت کیا، کسی نے نہ بتایا۔ خرچ میرا چک گیا میرے پاس کھانے پینے کو کچھ نہ تھا بجز تمھاری امانت کے، جب تین دن گذر گئے تمھاری امانت میں سے میں نے روٹی خریدی جسے میں نے اور تم نے شریک ہو کر کھایا۔ مجھے تعجب ہوا کہ یہ کیا کہتا ہے، جب اُس نے کہا کہ تمھاری والدہ نے آٹھ دینار دیے تھے ان میں سے میں نے بہ مجبوری یہ روٹی خریدی اور جو کچھ باقی تھا اس کو دے دیا اور کچھ اپنی طرف سے اور دے دیا۔

دور مجاہدہ اور شیخ حماد کی صحبت: آپ فرماتے ہیں کہ میں عراق کے جنگل اور ویرانوں میں پچیس برس تنہا پھرتا رہا، نہ مخلوق مجھے جانتی نہ میں مخلوق کو پہچانتا۔ رجال الغیب اور جنات کی قومیں مجھ سے ملتی تھیں میں ان کو اللہ کا راستہ بتاتا تھا۔ اولاً جب میں عراق میں داخل ہوا تو حضر میرے رفیق تھے، میں ان کو پہچانتا نہ تھا۔ انھوں نے مجھ سے شرط کی کہ میں اُن کے خلاف نہ کروں، مجھے وہ ایک جگہ بیٹھا گئے میں تین برس بیٹھا رہا وہ سال میں ایک مرتبہ مجھ سے ملتے اور دُنیا عجائب وغرائب کی صورتوں میں میرے سامنے آتی میں اس کو دفع کرتا۔ شیطان مختلف پیرایہ میں میرے سامنے آتا اور بہکانا چاہتا، اللہ کی عنایت سے میں بچا رہا، حتیٰ کہ کوئی طریقہ مجاہدہ کا باقی نہیں رہا۔

میں نے برسوں جنگل کی پتیاں کھائیں اور پانی نہیں پیا اور برسوں کھایا اور پیا کچھ نہیں اور برسوں نہ کچھ کھایا نہ پیا نہ سویا۔ ایک

مرتبہ چاہاکہ بغداد سے نکل کر کہیں چلا جاؤں اس لیے کہ بغداد میں بڑے فتنے تھے۔ قرآن بغل میں دبایا اور باب حدیبیہ کے جانب سے چاہاکہ کسی جنگل کو نکل جاؤں لیکن ایک آواز سنی کہ کہاں جاتے ہو لوگوں کو تم سے نفع پہنچے گا۔ میں نے کہاکہ خلق سے مجھے کیا مطلب مجھے اپنے دین کا بچانا منظور ہے۔ تو اس نے کہاکہ دین تمھارا محفوظ ہے اور کہنے والے کو میں دیکھتا نہ تھا پھر مجھ پر ایسے احوال جاری ہوئے کہ خُدا سے دعا کرنے لگا کہ کوئی ایسا ہے جس سے میری مشکل آسان ہو؟ جب دوسرے دن مراقبہ میں گیا تو ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنا دروازہ زور سے کھولا اور کہاکہ اے عبدالقادر آؤ۔ میں گیا اور تھوڑی دیر ٹھہرا، اس نے کہاکہ تم نے رات کو خدا سے کیا دعا کی تھی؟ میں چُپ رہا اور تامل میں تھاکہ کیا جواب دوں! اس کو غصہ آیا اور زور سے دروازہ بند کر لیاکہ غبار اڑ کر میرے منھ پر گرا۔ تھوڑی دور چلا تب مجھے خیال آیاکہ یہ شخص کوئی بڑا بزرگ ہے، لوٹ کر دروازہ ڈھونڈھنے لگا تو نہ ملا، نہایت پریشان ہوا۔ وہ شیخ حماد تھے بعد میں ان کو میں نے پہچانا اور اُن کی صحبت میں رہا، ان کے فیضان صحبت سے میری ساری مشکلیں آسان ہوگئیں وہ بعض وقت مجھ سے سختی سے پیش آتے اور امتحاناً سخت کلامی کرتے تو میں بنظر ادب سکوت کرتا۔

بارگاہ رسالت سے وعظ نصیحت کرنے کا حکم: ابتداءً جب میں بغداد میں آیا تو میرے دل میں حقائق اور معارف کی باتیں جوش زن ہوئیں اور میرے دل میں یہ بات ڈال دی گئی تھی کہ بغداد جاؤ اور لوگوں کو اللہ کا راستہ بتاؤ۔ میں اس خیال سے کہ مجھے خلق سے کیا نسبت؟ مطلب بیان کرنے میں تامل کرتا رہا اور یہ خیال کرتا رہاکہ میں عجمی ہوں فصحاے بغداد کے سامنے اپنی زبان کیسے کھولوں، اتنے میں ظہر کے وقت دیکھتا کیا ہوں کہ انوار میری طرف متوجہ ہیں، تعجب ہواکہ یہ کیا حالت ہے۔ مجھ سے کسی نے کہاکہ حضرت سرور کائنات کے فتوحات جو خدا کی جانب سے تمھیں حاصل ہیں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تمھیں مبارکباد دیتے ہیں۔ میں نے نظر اٹھائی تو منبر کے سامنے ہوا میں حضرت کا جمال باکمال دیکھا۔ آپ نے فرمایاکہ اے عبدالقادر! تم لوگوں کو وعظ و نصیحت کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیاکہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عجمی ہوں، فصحاے عرب کے سامنے کیسے زبان کھولوں؟ آپ نے سات بار اپنا لعاب دہن میرے منھ میں ڈال دیا اور تشریف لے گئے، پھر حضرت علی نے تین بار لعاب دہن میرے منھ میں ڈالا۔ میں نے عرض کیاکہ آپ نے حضرت کی طرح کیوں نہیں کیا؟ آپ نے فرمایاکہ میں نے بلحاظ ادب حضرت کے برابری نہیں کی، پھر حضرت نے مجھے خلعت پہنایا اور یہ فرمایاکہ یہ خلعت ولایت اور قطبیت کی ہے۔ اُسکے بعد قلب پر علوم حقائق فیض کیے گئے، پھر تو آپ کے بیان میں اس قدر مجمع ہونے لگاکہ جگہ نہ ملتی تھی، حتیٰ کہ شہر کے باہر عیدگاہ میں بیان فرمانے لگے، لوگ سواریوں پر سوار ہوکر آتے اور رات سے شمع اور مشتعل جلا کر چلتے کہ پہلے سے جگہ لے رکھیں، ستر ہزار آدمی جمعہ میں ہوتے۔ ایک روز آپ وعظ فرما رہے تھے اور دفعتاً چند قدم ہوا میں اُڑے اور یہ فرمایاکہ یا اسرائیلی قف فاسمع کلام محمدی انت اسرائیلی وانا محمدی، جب اپنی جگہ پر آئے تو لوگوں نے اس کا سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایاکہ میں نے حضرت موسیٰ کو ہوا میں دیکھا اور اُن سے یہ باتیں ہوئیں جو تم نے سنیں۔

ارشاد: آپ فرماتے ہیں کہ کسی شیخ کو جائز نہیں کہ سجادہ ارشاد پر بیٹھے جب تک اُس میں بارہ خصلتیں پوری نہ ہوں۔ دو خصلتیں اللہ کی، دو رسول کی، دو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی، دو عمر رضی اللہ عنہ کی، دو عثمان رضی اللہ عنہ کی اور دو علی رضی اللہ عنہ کی۔ اللہ کی دو خصلتیں تو یہ ہیں کہ ستار و غفار ہو اور رسول کی دو خصلتیں یہ ہیں کہ شفیق و رفیق، اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دو خصلتیں یہ ہیں کہ آمر و ناہی ہو اور عمر کی خصلتیں یہ ہیں کہ عادل و بے باک ہو اور عثمان رضی اللہ عنہ کی دو خصلتیں یہ ہیں کہ مساکین کو کھانا کھلائے اور رات کو نماز پڑھے جب لوگ سوتے ہوں، اور علی رضی اللہ عنہ کی دو خصلتیں یہ ہیں کہ عالم ہو اور شجاع و دلیر ہو۔

شان رفیع: آپ کے زمانہ کے مشائخ کبار آپ کا بڑا ادب کرتے اور نہایت تعظیم سے پیش آتے، عبد اللہ حیای کہتے ہیں کہ حضرت شیخ کا ایک خادم تھا عمر حلاوی نام کا وہ بغداد سے کہیں چلا گیا اور کئی برس تک کہیں غائب رہا، جب لوٹ کر آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ کہاں تھا؟ اس نے کہاکہ بلاد شام و مصر و مغرب و عجم میں پھرتا رہا اور قریب قریب ۳۶۰ اولیا سے ملا مگر ہر ایک کو یہی کہتے سنا کہ ہمارے شیخ و مرشد شیخ عبدالقادر ہیں۔ شیخ ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بغداد میں شیخ حماد دباس کے پاس 523 ہجری میں تھا اس وقت شیخ عبدالقادر اُن کے پاس تھے، ایک بات انھوں نے بہت جرأت کی کہی۔ شیخ حماد نے کہاکہ عبدالقادر ایسی بات نہ کہا کرو، اللہ سے ڈرو، مبادا ان معاملات میں کوئی مکر پوشیدہ ہو۔ حضرت شیخ عبدالقادر

نے اپنا ہاتھ شیخ حماد کے سینہ پر رکھا اور کہا کہ دل کی آنکھ سے دیکھیے میرے سینہ میں کیا تحریر ہے؟ اُن پر حال طاری ہو گیا جب میں نے اُن کے سینہ سے ہتھیلی اٹھائی تو فرمایا کہ میں نے آپ کے ہتھیلی میں یہ تحریر لکھی ہوئی دیکھی کہ عبد القادر نے اللہ سے ستر بار عہد لیا ہے کہ اُن کے ساتھ مکر نہ کیا جائے گا۔ شیخ حماد نے کہا کہ تمھیں اب کچھ ڈر نہیں ہے جو چاہے سو کہو۔ ذلك فضل الله يوتيه من يشاء۔

حضرت ابو مسعود عبد اللہ اور محمد عوانی اور عمر بزاز فرماتے ہیں کہ شیخ عبد القادر نے اپنے مُریدوں کے لیے اللہ سے عہد لے لیا ہے کہ کوئی ان میں سے بے توبہ نہ مرے۔ اللہ نے اُن سے وعدہ کر لیا ہے کہ ان کے مریدوں کو جنت میں داخل کرے گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں اپنے مرید اور مرید کے مریدوں کے لیے ستر درجہ تک کفیل ہوں کہ وہ مغرب میں ہوں یا مشرق میں تو میں وہیں سے اُس کی حفاظت کر سکتا ہوں۔

فائدہ: اللہ سے مریدوں کے لیے عہد و پیمان لے لینا بظاہر تو مستبعد معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں یہ ہے کہ معاملہ خاص اہل اللہ کا اللہ کے ساتھ ہے۔ مرید حقیقت میں وہ ہوتا ہے جو عادت و سیرت میں پیر کا قدم بقدم ہو اور کم سے کم یہ ہے کہ پیر کے ساتھ اخلاق و محبت پوری طور سے رکھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔

اس آیت کا مقتضی یہ ہے کہ اولیا اللہ کو نہ کسی طرح کا غم و خوف نہ کسی قسم کا رنج و ملال اور اپنے خالص و مخلص کا مبتلائے عذاب دیکھنا یہ بھی من جملہ حزن و ملال کے ہے جو اولیاء اللہ کے لیے بہ نص قرآنی منفی ہے۔

دوسرے یہ کہ مرید جو پیر کا قدم بقدم پیرو ہو وہ بمنزلہ اولاد کے ہے اور اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَالَّذِيْنَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ۔

اور اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ المرءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّهُ آدمی اُس کے ساتھ ہے جسے چاہے۔ احب الصالحين ولست منهم لعل يرزقني صلاحاً۔

شیخ عمر بزاز فرماتے ہیں کہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حسین حلاج سے لغزش ہو گئی، افسوس اُن کے زمانہ میں کوئی ایسا نہ تھا جو ان کا ہاتھ پکڑ کر ترقی کرا دیتا۔ میں ہوتا تو اُن کو اُن کے مقام سے کھینچ لاتا اور میں قیامت تک اپنے مریدوں اور دوستوں اور ارادت مندوں میں سے جس سے لغزش ہو دستگیری کروں گا۔

صاحب تحفۃ الراغبین لکھتے ہیں کہ مطلب اس کا یہ ہے کہ منصور مرتبۂ اطلاق میں جا کر پابند ہو گئے تھے اور وہاں سے ترقی نہیں کر سکتے تھے، اگر میں ہوتا تو مرتبہ صحو محمدی میں اور مقام عبدیت خالصہ میں پہنچا دیتا۔

ابراہیم ابن سعد لکھتے ہیں کہ شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ سے منصور حلاج کا کسی نے حال پوچھا، تو آپ نے فرمایا کہ اُن کے دعوے بڑھ گئے تھے اس لیے مقراض شریعت سے کتر دیے گئے۔

حضرت شیخ عبد الوہاب آپ کے صاحب زادے فرماتے ہیں کہ میرے والد ہفتہ میں تین بار وعظ فرماتے۔ مدرسہ میں جمعہ کی صبح اور منگل کی شام کو اور رباط میں اتوار کی صبح کو۔ بڑے بڑے علما، فقہا اور مشائخ حاضر ہوتے، چالیس برس تک وعظ فرمایا جس کی ابتدا 521ھ اور انتہا 561ھ میں ہوئی، 13 برس تک درس و فتوی دیتے رہے۔ اکثر ان کی مجالس میں ایسی حالت لوگوں پر طاری ہوتی کہ ایک دو ہلاک ہو جاتے اور قریب قریب 400 آدمی لکھنے بیٹھتے مگر لکھ نہ سکتے اور کوئی مجلس آپ کی ایسی نہ تھی جس میں کچھ یہود و نصاریٰ مسلمان نہ ہوتے اور دو ایک قطاع الطریق اور چور مشرف بہ توبہ نہ ہوتے۔ ایک بار ایک راہب آپ کے ہاتھ پر اسلام لایا اور کہنے لگا میں یمن کا رہنے والا ہوں اسلام کی محبت میرے دل میں پیدا ہوئی مگر یہ ارادہ ہوا کہ ایسے شخص کے ہاتھ پر اسلام لاؤں جو زمانہ میں سب سے بڑا ہو، چناں چہ خواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، فرماتے ہیں: بغداد جا اور شیخ عبد القادر کے ہاتھ پر اسلام لا، اس لیے کہ اس زمانہ میں اُن سے بہتر اور برتر کوئی نہیں۔

ایک روز 528ھ میں خود منبر پر فرمایا کہ میں نے پچیس برس تک عراق کے جنگلوں اور ویرانوں میں تنہا پھر کر بسر کی اور چالیس برس تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ ایک پیر پر کھڑے ہو کر قرآن شروع کرتا اور دیوار میں ایک میخ گڑی ہوئی تھی اس کو پکڑ کر صبح تک کھڑے کھڑے قرآن ختم کرتا، میں برج عجمی میں گیارہ برس تک رہا ہوں۔

میں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ کچھ نہ کھاؤں گا جب تک نہ کھلایا جاؤں اور نہ پیوں گا جب تک نہ پلایا جاؤں۔ 40 دن تک برابر بے آب و دانہ بسر کی، 40 دن کے بعد ایک شخص میرے پاس آیا اور کچھ کھانا میرے سامنے دھر کے چلا گیا نفس نے تو بہت چاہا کہ کچھ کھا لینا چاہیے مگر میں نے

کہا کہ چاہے کچھ ہو عہد کے خلاف ہر گز نہ کروں گا۔ اتنے میں ابو سعید مخزومی میرے پاس آئے اور مجھ سے پوچھنے لگے۔ میں نے کہا کہ نفس کو بھوک کے سبب سے بہت قلق واضطراب ہے مگر خدا کی عنایت سے روح کو پورا پورا اطمینان ہے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ باب امزج میں آؤ اور یہ کہہ کے چلے گئے۔ میں نے جانے میں تامل کیا اور اپنے دل میں کہا کہ اپنی جگہ سے کیسے عہد کے خلاف جنبش کروں اتنے میں خضر میرے پاس تشریف لائے اور کہا کہ اٹھو اور ابو سعید کے پاس جاؤ میں شیخ ابو سعید کی خدمت میں آیا تو دیکھا کہ وہ میرے منتظر دروازے پر کھڑے ہیں۔ مجھ سے کہا کہ تم نے میری بات کا اعتبار نہ کیا، اچھا آؤ میرے ساتھ چلو۔ مجھے لے گئے اور اپنے ہاتھ سے خرقہ پہنایا۔ مدت تک آپ کی خدمت میں اذکار واشغال میں رہا۔

روحانی تصرفات: ابراہیم داری کہتے ہیں کہ شیخ کو اللہ کی بارگاہ میں ایسی مقبولیت تھی کہ جب آپ جمعہ کی نماز کے لیے جامع مسجد تشریف لے جاتے تو لوگ پہلے سے سڑکوں اور راہوں پر منتظر کھڑے رہتے کہ آپ نکلیں تو آپ سے اپنے مقاصد کے لیے ایک بار دعائیں کرائیں۔ ایک بار جمعہ کے دن مسجد میں چھینک آئی لوگوں نے جواب دیا، یرحمک اللہ۔ اس قدر شور ہوا کہ تمام مسجد گونج اُٹھی۔ مستنجد باللہ خلیفۂ وقت کمرہ میں بیٹھا تھا شور سن کر گھبرایا اور لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا شور ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ شیخ عبد القادر صاحب کو چھینک آئی ہے۔

ایک دن آپ ممبر پر بیٹھے ابھی کچھ فرمایا نہیں اور نہ کوئی آیت پڑھی مگر دفعتاً لوگوں پر وجد کی ایک کیفیت نہایت شدت سے طاری ہوئی، سب کو حیرت تھی کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک شخص بیت المقدس سے میرے ہاتھ پر توبہ کرنے کو ایک قدم میں یہاں آیا اور یہ سب حاضرین اس کی ضیافت میں ہیں۔ بعضوں کو یہ خیال گذرا کہ جس شخص میں یہ قوت وقدرت ہو کہ ایک قدم میں بیت المقدس سے یہاں آئے اُس کو توبہ کی کیا ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جو شخص ہوا میں اُڑتا ہو اس کو بھی حاجت ہے کہ محبت کا راستہ کسی شیخ سے سیکھے۔

شیخ عدی ابن مسافر فرماتے ہیں کہ ایک دن آپ کے وعظ فرماتے ہی دفعتاً پانی برسنے لگا۔ حاضرین مجلس پریشان ہو کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا کہ میں تو لوگوں کو جمع کرتا ہوں اور تو اُن کو متفرق کرتا ہے۔ یہ فرمانا ہی تھا کہ مینہ رک گیا، مدرسہ کے باہر برستا مگر مدرسہ کے اندر نہ برستا۔ اسی طرح ایک روز وعظ میں آپ قضا و قدر کا بیان فرما رہے تھے کہ دفعتاً ایک کالا سانپ آیا اور آپ کے بدن سے لپٹ گیا۔ مجلس والوں کو کسی قدر خوف ہوا مگر آپ کو ذرا بھی تغیر نہ ہوا۔ جب مجلس برخاست ہوئی اور لوگ چلے تو سانپ بھی چلا اور آپ سے اس نے کچھ باتیں کیں جب وہ چلا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس نے مجھ سے کہا کہ آپ مجھ سے کیوں نہ ڈرے اور مجھ سے پرہیز کیوں نہ کیا؟ میں نے کہا کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ سارے کام قضا و قدر سے ہوتے ہیں، میں تقدیر کا بیان کر رہا تھا، اگر ذرا بھی مجھ میں تغیر ہوتا تو علماے بے عمل میں داخل کر دیا جاتا۔ سانپ نے کہا کہ میں نے کتنوں کو آزمایا گر تقدیر پر بھروسا کرنے والا تم ہی کو ٹھیک پایا۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ایام جوانی میں علم کلام میں مشغول رہتا تھا اور بہت سی کتابیں علم کلام اور منطق کی یاد بھی کر لی تھیں اور میرے چچا مجھے ان علوم کو پڑھنے سے روکتے تھے۔ ایک دن وہ مجھے شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں لے آئے اور عرض کیا کہ یہ میرا بھتیجا علم کلام میں بہت مشغول رہتا ہے ہر چند روکتا ہوں مگر باز نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا کہ کون کون سی کتابیں علم کلام کی حفظ کی ہیں؟ میں نے عرض کی فلاں فلاں۔ آپ نے اُسی وقت اپنا دست مبارک میرے سینہ پر پھیرا ہنوز ہاتھ اُٹھایا نہ تھا کہ وہ سب کتابیں مجھے بھول گئیں، نہ کوئی حرف مجھے یاد رہا نہ کوئی مسئلہ، اور پھر اُسی وقت میرے سینہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے علوم بھر دیے کہ عقل وفہم کے احاطہ سے باہر ہیں پھر مجھے آپ نے دعا دی کہ تو آخر عمر میں عراق کے صوفیہ کا سردار ہو گا۔

حیائی کہتے ہیں کہ میں حضرت کی کتاب حلیۃ الاولیا مطالعہ کیا کرتا، اُس کے دیکھنے سے دل میں شوق پیدا ہوا اور یہ خیال پیدا ہوا کہ خلق سے علیحدہ ہو کر کسی گوشہ میں جا کر بیٹھوں اور عبادت میں مشغول ہوں، اتفاقاً عصر کی نماز آپ کے پیچھے ادا کی، نماز کے بعد آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ خلق سے علیحدگی کا ارادہ ہے تو پہلے فقہ حاصل کر لو اور کسی شیخ کی خدمت میں کچھ روز حاضر رہو، بعدہ تم میں صلاحیت علیحدگی کی ہو جائے گی ورنہ شمع کی مانند ہو جاؤ گے کہ اور تو اس کی روشنی سے بہریاب ہیں اور وہ خود بے بہرہ۔ (جاری)

مجاہد جنگ آزادی

مولانا سید کفایت علی کافی شہید مرادآبادی

مولانا محمد شہاب الدین رضوی

مجاہدین نے مراد آباد پر دوبارہ قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی، جس پر ہمدردان انگریز کو کافی تکلیف ہوئی، نواب یوسف علی خاں بھی بے بس نظر آئے، حکیم نجم الغنی خاں رام پوری لکھتے ہیں: "مراد آباد کا حال سنیے کہ ریاست کی فوج رام پور کو جاتے ہی مجو خان نے پھر اپنا سکہ جمانا شروع کر دیا تھا۔ نواب صاحب کی حکومت کے زمانے میں ان کی حکومت کی رونق جاتی رہی تھی، کچھ عیسائی لوگ اور ایک ڈپٹی کلکٹر جو انگریزی افسروں کے ساتھ بھاگنے سے رہ گئے تھے مولوی عالم علی صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر جانبر ہوئے۔ مولوی صاحب نے ان لوگوں کو آرام سے رکھا اور ان کے واسطے کچھ چندہ بھی کیا گیا۔ 14 جون کو بریلی کا بریگیڈ بخت خان کی افسری میں مراد آباد داخل ہوا۔ مراد آباد کے باغیوں نے مولوی عالم علی صاحب کی نسبت بخت خان سے شکایت کی کہ انھوں نے عیسائیوں کو پناہ دی ہے، اس بات پر مولوی صاحب کا گھر لوٹا گیا۔ اور عیسائیوں کو پکڑ کر گاڑیوں سے باندھ کر باغیوں کے لشکر میں لے گئے۔ مسٹر کیجن ڈپٹی مجسٹریٹ اور اُس کا سالا مسٹر کاربری اور اُس کا ایک لڑکا پندرہ برس کی عمر کا جوان ایک کایستھ کے گھر میں سے پکڑے گئے، یہ تینوں انگریز رات کے وقت نرپت گنج کے مغربی دروازے کے قریب مسجد کے سامنے قتل کیے گئے اور ان کی عورتیں بخت خاں کے سپرد ہوئیں، اور اُس کایستھ کو تمام دن توپ سے بندھا رکھا، شام کو کچھ رشوت لیکر آزاد کیا گیا اور ان باغیوں نے وہ تمام ظالم اور مفسد قیدی جو نواب سید یوسف علی خان بہادر کے نمک خواروں نے نہایت کوشش اور جانفشانی سے گرفتار کیے تھے چھوڑ دیے، اور لوٹ کا اسباب جو متفرق مقامات کے مفسدوں سے چھین کر جمع کیا تھا، اُس کو لوٹ لیا اور لٹوا دیا۔ مجو خان کو جو پیشتر سے نواب بن گئے تھے، دوبارہ اس باغی جماعت نے نواب بنایا اور تمام شہر میں منادی کرادی۔"

"مجو خان سے بخت خان نے بار برداری طلب کی، انھوں نے جواب دیا کہ: بار برداری بھیجتا ہوں اور جو سوار بار برداری طلب کرنے کو آئے تھے، اُن سے کہہ دیا کہ بغیر سید موسی رضا کوتوال شہر کے بار برداری نہیں ملے گی ان کو پکڑ لے جاؤ، کوتوال باغیوں کے خوف سے روپوش تھے مگر مجو خان نے سراغ لگا کر گرفتار کرادیا۔ سواروں نے بخت خان کے پاس پہونچادیا، اُس نے بار برداری طلب کی، انھوں نے جواب دیا کہ: آپ کی آمد آمد کے خوف سے شہر والوں نے اپنی اپنی سواریاں مخفی کر دی ہیں مگر میں تلاش کر کے حاضر کرونگا، لیکن بدقت اور بدیر ملیں گی، اُس نے ان کے ساتھ چند سوار کر کے رخصت کیا۔ سید موسی رضا نے سواروں سے کہا کہ میری رائے میں تو مجو خان کے یہاں سے بار برداری بہ آسانی مل سکتی ہے کہ وہ رئیس قدیم ہیں اور ہر قسم کی بار برداری رکھتے ہیں اور جگہ سے ملنا معلوم نہیں ہوتا۔ میں بھی تمھارے ساتھ اُن کے گھر چلتا ہوں، گھر میں ہو آؤں، یہ کہہ کر چھپ گئے، سوار منتظر رہے، لاچار مجو خان کے پاس چلے گئے اور کل بار برداری اُن کے یہاں سے لے لی۔ 17 جون 1857ء کو یہ فوج باغی مراد آباد سے دہلی کی جانب روانہ ہوئی، اس کے ہمراہ 29 نمبر پلٹن بھی مراد آباد سے دہلی کو چلدی۔ گرفتار شدہ عیسائیوں میں ایک مسٹر فلپ سررشتہ دار ججی اور ایک 60 نمبر کی پلٹن کے باجے کا افسر جس سے باغی لوگ مشکوک تھے مقام گجرولہ کے قریب مار ڈالے گئے۔ باقی چار عیسائی ایک مسٹر پاول ڈپٹی انسپکٹر ڈاکخانہ، دوسرا مسٹر ہل سررشتہ دار کلکٹری، تیسرا مسٹر ڈارنگٹن محرر کلکٹری، چوتھا مسٹر میک گایر محرر ججی باغیوں کی قید میں دہلی تک گئے، وہاں پر ان کا پتہ نہیں معلوم ہوا کہ کیا ہوئے۔ شاید دہلی میں پہونچتے ہی وہاں کی باغی فوج نے اُن کو مار ڈالا۔ 18 جون کو مقام رجب پور گجرولہ میں سند حکومت مراد آباد کی مجو خان اور اسد علی خان کو بادشاہ کی طرف سے لکھ دی گئی۔ بخت خان کے جاتے ہی مجو خان پھر مراد آباد کے حاکم بن گئے اور شاہ دہلی کا نائب اپنے آپ کو مشہور کرنے لگے۔ عباس علی خان بخت خان کے ساتھ جا کر وہاں سے ایک سند اپنی نیابت ضلع مراد آباد

حاصل کرلایا، اور حکومت مراد آباد کے لیے مجو خان اور عباس علی خان میں باہم ناچاقی ہونے لگی مگر چند ہی روز کے عرصے میں موضع بیجنا وغیرہ کے لوگوں نے مراد آباد کے لوٹنے کا ارادہ کیا، اس خوف سے عباس علی خان اور مجو خان نے آپس میں صفائی کرلی اور آخر کار رعایا نے مجو خان کو اپنا حاکم قبول کیا۔ مگر مجو خان کو اپنے عملے کے لوگوں کے واسطے خرچ کی ضرورت پڑی تو انھوں نے مستا پور کے ایک مہاجن پر دو من کشن کو بلاکر روپیہ طلب کیا۔ اُس نے روپیہ دینے سے انکار کیا۔ اس پر ایوب خان اور حافظ علی احمد سرغنہ لوگ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ مہاجن مذکور کا گھر لوٹنے کو چڑھ گئے، اس خبر کو سن کر لنگھر کے ٹھاکر اس کی مدد کو آگئے اور آخر کار روپیہ نہ لیے جانے پر مصالحت ہوگئی۔"

(اخبار الصنادید از حکیم نجم الغنی خاں رام پوری: ج:2 ص 8، 447)

فتویٰ جہاد کی اشاعت: جس وقت مراد آباد میں نواب رام پور کی بالادستی قائم ہوگئی، اس زمانہ میں مولانا کافیؔ نے انگریزوں کے خلاف ایک فتویٰ جہاد مرتب کیا اور اس کی نقول آپ نے دوسرے مقامات پر بھجوائیں، بلکہ بعض مقامات پر خود تشریف لے گئے، آنولہ ضلع بریلی میں خاص اسی مقصد کے لیے ہفتہ عشرہ قیام کیا، اپنے ہم درس اور ساتھی حکیم سعید اللہ ولد حکیم عظیم اللہ کے گھر ٹھہرے، تبلیغ جہاد کے سلسلے میں خاصی کامیابی حاصل ہوئی، حکیم سعید اللہ آنولہ کی تحریک آزادی کے خاص رکن تھے، آنولہ میں نواب کلن خاں (نبیرۂ بخشی سردار خاں) نواب خان بہادر خان کی طرف سے حاکم مقرر تھے، جن کے ساتھیوں میں مولانا محمد اسماعیل (شاگرد شاہ محمد اسحاق دہلوی) نواب جان محمد، نواب حسن، شیخ خیر اللہ اور حکیم سعید اللہ وغیرہ تھے، حکیم سعید اللہ اور مولانا کفایت علی کافیؔ میں بڑے خاص تعلقات تھے۔ مولانا کافیؔ آنولہ سے بریلی پہنچے، وہاں نواب خان بہادر خان اور امام المجاہدین مولوی سرفراز علی اور مولانا مفتی رضا علی خاں نقشبندی (جد امجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی) سے مشورے کیے۔ ایک مرتبہ نو محلہ مسجد بریلی میں جمعہ کے دن خطبہ دیا اور انگریزوں کے خلاف خوب ولولہ انگریز تقریر کی، ان دنوں نو محلہ مسجد بریلی مجاہدین کی سرگرمیوں کا مرکز تھی، مولانا رضا علی خان بریلوی (متوفی 20 جمادی الآخر 1286ھ) اکثر جمعہ کی امامت و خطابت کے فرائض انجام دیا کرتے تھے۔ مولانا نے بطل حریت حضرت علامہ فضل خیر آبادی (متوفی 12 صفر المظفر 1278ھ) کا فتویٰ جہاد تمام نمازیوں کو سناکر جذبہ بھر دیا تھا۔ جس کے نتیجہ میں انگریز گورنر آپ کو سزا دینے پر آمادہ ہوگیا، مگر وہ اس میں ناکام رہا۔ جنرل بخت خاں کی ماتحتی میں بریلی سے جو فوج دہلی جارہی تھی، اسی فوج کے ساتھ مولانا کافیؔ مراد آباد واپس پہنچے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے راقم کی تصنیف: مولانا رضا علی خاں بریلوی اور جنگ آزادی، مطبوعہ بریلی 2007ء)

مراد آباد پر انگریزوں کا قبضہ:

جب جنرل بخت خاں بریلوی کی افغانی فوج مراد آباد سے گزر گئی تو نواب رام پور نے پھر مراد آباد پر قبضہ کر لیا۔ لیکن جب شہزادہ فیروز شاہ کا گزر مراد آباد سے ہوا تو ریاست رام پور کی فوج کو سخت زک اٹھانی پڑی، لیکن جنرل جونس کی آمد کی خبر معلوم ہوتے ہی شہزادہ فیروز شاہ نے میدان چھوڑ دیا۔ 25 اپریل 1858ء کو اچانک جنرل جونس مراد آباد میں آگیا، ریاست رام پور کے اہلکاروں نے مراد آباد کا انتظام اس کے سپرد کر دیا۔ مسٹر جونس کے آتے ہی دار وگیر شروع ہوئی، کرنل کک نے شہر کی ناکہ بندی کر کے خانہ تلاشی اور گرفتاری شروع کی، ذرا ذرا سے شبہ پر مسلمان گرفتار ہوئے۔ (سہ ماہی العلم کراچی، مدیر سید الطاف علی بریلوی، بابت اپریل تا جون 1957ء)

خلاصۂ کلام - سرگذشت آزادی:

مولانا کافیؔ کے دل میں حب الوطنی کا جذبہ کافی حد تک موجود تھا۔ 11 مئی 1857ء کو جب ملک میں جنگ آزادی کا بگل بجا تو پورا ملک بیدار ہوگیا۔ ضلع مراد آباد میں بھی بیداری کی لہر دوڑ اٹھی۔ عوام و خواص سب وطن کی حفاظت اور انگریزوں کے ناپاک منصوبوں کے سدباب کے لیے میدان عمل میں اتر آئے۔ عوام نے اپنی روش پر کام شروع کیا اور علماء نے اپنی نہج پر۔ حریت پسند عوام نے مراد آباد کی جیل توڑ کر ہزاروں قیدیوں کو رہا کر دیا اور مقامی فوج نے بھی انگریز حکومت سے بغاوت کر کے اپنے وطن کی حفاظت کی جان توڑ کوششیں شروع کر دیں۔ اور طبقۂ علما میں خاص کر مولانا کافیؔ نے انگریزوں کے خلاف فتویٰ جہاد صادر فرماکر عوام و خواص سبھی کے دلوں میں جوش ایمانی پیدا فرمادیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے انگریز شکست کھاکر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوگئے۔ اور مراد آباد شہر اصل باشندوں کے قبضے میں آگیا۔

نواب خان بہادر خان نے مراد آباد، بریلی شریف، امروہہ، سنبھل، پیلی بھیت وغیرہ شہروں میں فتح و کامیابی پر مشتمل ایک مکتوب آخری مغل تاجدار بہادر شاہ محمد سراج الدین ظفر کو دہلی ارسال کیا، جس میں انگریزوں کی شکست اور اپنی فتح کی خوش خبری دی، نیز یہ بھی لکھا کہ: ایک جہاد نامہ جس پر مقامی علمائے کرام کے

علاوہ مراد آباد کے مولوی سید کفایت علی کافؔی کے بھی دستخط ہیں، بڑی مقدار میں علاقہ روہیل کھنڈ میں تقسیم کرایے گئے ہیں۔ مراد آباد پر قابض ہونے کے بعد مجاہدین نے نواب مجو خاں کے محل میں ایک "مجلس مشاورت" کا انعقاد کیا، جس میں مولانا کافؔی کے علاوہ بہت سے معزز و ذمے دار حضرات نے شرکت کی۔ رات بارہ بجے تک محفل مشاورت گرم رہی اور آئندہ کے لیے بہتر سے بہتر تدابیر عمل میں لانے اور بہتر سے بہتر اقدام اٹھانے کا معاملہ زیر غور رہا۔

آخر میں مجلس میں موجود حضرات نے یہ طے کیا کہ: 29 نمبر باغی پلٹن سے مشورہ کیا جائے، وہ جو بھی مشورہ دیں، اسے قبول کیا جائے۔ بعدہٗ جب ان حضرات نے 29 پلٹن سے مشورہ کیا تو انہوں نے اور دیگر معززین نے باہم مشورہ سے نواب مجید الدین خاں عرف مجو خاں کو مراد آباد کا حاکم مقرر کیا، عباس علی خاں کو توپ خانہ کی افسری سپرد کی، اور مولانا کافؔی کو اتفاق رائے سے صدر مفتی و قاضی و امیر شریعت تسلیم کیا گیا۔ آپ نے مکمل ذمہ داری اور نہایت ہی خوش اسلوبی سے اپنے منصب کے تحت تمام امور بخوبی انجام دیے۔ اور بڑی ہی جانفشانی سے شریعت کی پاس داری کرتے ہوئے وطن کی حفاظت کی خاطر دشمنوں کے سامنے سینہ سپر رہے۔

لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ مقامی غداروں نے انگریزوں سے ساز باز کر لی، جس کے نتیجے میں 24 اپریل 1858ء میں انگریز دوبارہ مراد آباد اور مضافات مراد آباد پر قابض ہو گئے۔ اپنوں کی غداری کے سبب انگریزوں کے ہاتھوں مجاہدین کو جس تباہی و بربادی کا سامنا کرنا پڑا، اس کو بیان کرتے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ انگریزی خوشہ چیں غداروں نے اپنے آقا انگریز کو خوش کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ مجاہدین کی گرفتاری کو کار ثواب سمجھ کر جہاں جہاں بھی مجاہدین پناہ گزیں تھے، ان مقامات کی نشاندہی کر کے مجاہدین کو گرفتار کرا کے تختہ دار تک پہنچانے میں گندی ذہنیت اور مردہ دلی کا مکمل ثبوت پیش کیا۔ (سہ ماہی العلم کراچی، بابت اپریل تا جون 1957ء)

مولانا کافؔی کی گرفتاری اور مقدمہ پھر پھانسی: مولانا کافؔی چوں کہ مجاہدین میں سرفہرست تھے، اس لیے آپ کی گرفتاری کے لیے بھی انگریز کوشاں تھے۔ انگریزوں نے یہ اعلان کر رکھا تھا کہ: جو شخص بھی کسی مجاہد کو گرفتار کرائے گا، اس کو اس مجاہد کی جائیداد میں سے بڑا حصہ دیا جائے گا۔ چوں کہ آپ ایک بڑی جائداد کے مالک بھی تھے، اس لیے آپ کی دولت پر قابض ہونے کے چکر میں ایک لالچی، غدار وطن، فخر الدین نامی شخص نے آپ کے گھر میں روپوش ہونے کی خبر انگریز کلکٹر کو اس شرط پر دے دی کہ مولانا کافؔی کی پوری جائیداد اسے دے دی جائے۔ اس طرح مولانا کافؔی بھی دیگر مجاہدین کی طرح مقامی غداروں کی عیاریوں کی زد میں آ کر پابند زنداں ہو گئے۔

گرفتاری کے بعد انگریزی عدالت، جس کے انصاف کا عالم یہ تھا کہ اگر ملزم اپنے دفاع میں کچھ کہنا چاہتا تو کہنے دیا جاتا، لیکن لکھنے والا پیشکار اس ملزم کے بیان کو حاکم کی مرضی کی مطابق ہی ضبط تحریر میں لاتا۔ ملزم کو بیان دیکھنے یا وکیل کرنے کا بالکل حق نہیں تھا۔ اور نا ہی ملزم صفائی پیش کرنے کا مجاز تھا۔ علاوہ ازیں جب وہ آپ کی جان کے درپے تھے، تو آپ کا وکیل کرنا، یا صفائی دینا بھی بقول فیض احمد فیض بے سود تھا:

بنے ہیں اہل ہوس مدعی بھی منصف بھی
کسے وکیل کریں کس سے منصفی چاہیں

4 مئی 1858ء کو انگریزی مجسٹریٹ کے روبرو آپ کا مقدمہ پیش ہوا۔ اور دو دن کے اندر یعنی 6 مئی کو فیصلہ سنا دیا گیا۔ فیصلے میں آپ پر انگریزی حکومت سے بغاوت، عوام کو حکومت کے خلاف ورغلانے، اور شہر میں لوٹ مار کرنے کے جھوٹے الزام میں سزائے موت کا حکم سنا دیا گیا۔ مقدمے کی روداد درج ذیل ہے۔ "یہ مقدمہ مسٹر جان انگلسن مجسٹریٹ کمیشن۔۔۔۔ واقع 4 مئی 1858ء۔

سرکار مدعی۔۔۔۔ بنام مولوی کفایت علی کافی۔

فیصلہ عدالت کمیشن کے الفاظ۔

چوں کہ اس مدعیٰ علیہ ملزم نے انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کی، اور عوام کو قانونی حکومت کے خلاف ورغلایا، اور شہر میں لوٹ مار کی، ملزم کا یہ فعل صریح بغاوت انگریزی سرکار ہوا، جس کی پاداش میں ملزم کو سزائے کامل دی جائے۔ حکم ہو۔ مدعیٰ علیہ پھانسی سے جان مارا جائے۔۔۔ فقط

دستخط انگریزی۔۔۔ جان انگلسن واقع 6 مئی 1858ء"

عاشق رسول مولانا کفایت علی کافؔی جب سوئے دار تشریف لے جا رہے تھے تو کسی طرح کی کوئی گھبراہٹ چہرے سے ظاہر نہ تھی، بلکہ چہرے پر مسکراہٹ کے آثار نمایاں تھے۔ ہشاش بشاش پر سرور انداز میں خراماں خراماں چل رہے تھے، اور بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں نغمہ سنجی کرتے ہوئے اس طرح لب وا تھے:

کوئی گل باقی رہے گا نہ چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا
ہم صفیر و باغ میں ہے کوئی دم کا چہچہا
بلبلیں اڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا

(سوانح صدرالافاضل از مولانا ذوالفقار علی خاں نعیمی، ج: 1 ص:9091، مطبوعہ کاشی پور 1443ھ/2022ء)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے "الملفوظ" حصہ دوم میں اسی مذکورہ نعت شریف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: میری پیدائش کے گیارہ ماہ بعد مولانا کافیؔ کو پھانسی دی گئی۔

(الملفوظ از مفتی اعظم ہند، مطبوعہ بریلی)

مولانا کفایت علی کافیؔ کو جیل مراد آباد کے پاس مجمع عام کے سامنے پھانسی دی گئی، اور وہیں تدفین عمل میں آئی، مولانا کے متعلق امام احمد رضا بریلوی کے "جملہ" پر ڈاکٹر محمد ایوب قادری نے اپنے ایک مضمون میں اس طرح تحریر کیا:

"مولانا بریلوی مرحوم کا یہ بیان صحیح نہیں، اس لیے کہ مولانا کی تاریخ پیدائش 10 شوال 1272ھ مطابق 14 جون 1856ء ہے، اس طرح گویا مولانا صاحب کے بیان کے مطابق مولانا کافیؔ کو 10 رمضان 1273ھ مطابق 4 مئی 1857ء کے بعد کسی تاریخ کو پھانسی دیدی گئی۔ حالانکہ 19 مئی 1857ء مطابق 25 رمضان 1273ھ کو مراد آباد میں جنگ آزادی کا آغاز ہوا، اور پھر ایک سال تک اس تحریک کا اثر رہا۔ 30 اپریل 1858ء مطابق 16 رمضان 1274ھ کو مراد آباد پر انگریزی حکومت کے تسلط ہونے کے بعد فخرالدین نامی شخص کی مخبری پر مولانا کافیؔ گرفتار ہوئے اور پھانسی دی گئی۔" (سہ ماہی العلم کراچی، بابت اپریل تا جون، مضمون از ڈاکٹر محمد ایوب قادری)

اس کی بہترین توضیح کی ہے جماعت اہل سنت کے نامور عالم دین مولانا محمود احمد قادری نے، وہ مذکورہ روایت کی تطبیق کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: "امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان کی محفل میں آپ (مولانا کافی) کا ذکر آیا، تو فرمایا کہ میری پیدائش کے گیارہ ماہ بعد مولانا کو پھانسی دی گئی، غالباً آپ نے ایک سال گیارہ ماہ کہا ہوگا، ایک سال ملفوظ نگار یا کاتب کے سہو قلم سے رہ گیا، اس حساب سے رمضان المبارک 1274ھ کی دسویں تاریخ تھی۔" (پاکان امت از مولانا محمود احمد قادری، ج:2 ص:259، مطبوعہ مظفرپور)

مولانا کافیؔ کی شعر و شاعری:

مولانا کافیؔ کفایت علی کافیؔ شہید قدس سرہٗ کا نعتیہ شاعری میں ایک خاص مقام ہے، ملک الشعراء شیخ مہدی علی خان ذکیؔ مرادآبادی (بن شیخ کرامت علی مرادآبادی متوفی 1864ء) سے تلمذ حاصل تھا۔ صنف نظم میں نعت گوئی بڑا سخت میدان ہے، جہاں افراط و تفریط کی ذرہ برابر گنجائش نہیں، مولانا کافیؔ اس امتحان میں نہایت کامیاب اُترے، جیساکہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کی کتاب "الملفوظ" حصہ دوم سے اندازہ ہوتا ہے:

"ایک صاحب شاہ نیاز احمد رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں بریلی تشریف لائے تھے، اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور کچھ اشعار نعت شریف سنانے کی درخواست کی، استفسار فرمایا: کس کا کلام ہے، انھوں نے بتایا، اس پر ارشاد فرمایا: سوا دو کے کلام کے کسی کا کلام میں قصداً نہیں سنتا: مولانا کافیؔ اور حسن میاں مرحوم کا کلام اول سے آخر تک شریعت کے دائرہ میں ہے۔"

آگے چل کر امام احمد رضا بریلوی مزید ارشاد فرماتے ہیں:

"غرض ہندی نعت گویوں میں ان دو (مولانا کافیؔ اور حسنؔ بریلوی) کا کلام ایسا (افراط و تفریط سے پاک) ہے، باقی اکثر دیکھا گیا کہ قدم ڈگمگا جاتا ہے، اور حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے، جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے، اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہونچا جاتا ہے، اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے، البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے، جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے، غرض حمد میں ایک جانب اصلاً حد نہیں اور نعت میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔"

(الملفوظ از مفتی اعظم ہند، ج:2 مطبوعہ قادری کتاب گھر بریلی)

نعت گوئی میں مولانا کافیؔ کو جو شہرت ملی وہ ہر ایک کے نصیب میں نہیں آئی، وہ بلند شاعر، بہترین عالم دین، محدث بے نظیر، اور عاشق رسول تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حسان الہند اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے آپ کو "سلطان نعت گویاں" سے ملقب کرتے ہوئے کیا خوب فرمایا:

مہکا ہے میرے بوئے دہن سے عالم
یاں نغمۂ شیریں نہیں تلخی سے بہم
کافیؔ سلطانِ نعت گویاں ہے رضاؔ
ان شاء اللہ میں وزیرِ اعظم

(حدائق بخشش)

مولانا کافیؔ کی شعر و شاعری عشق رسالت کے جذبات سے بھرپور لبریز، راز ہائے مافی الضمیر کی مظہر اتم، اور درد قلب جگر کی ترجمانی کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ ان کی پروازۂ فکر رساں کو امام احمد رضا فاضل بریلوی کی زبانی سنئے، فرماتے ہیں:

پرواز میں جب مدحتِ شہ میں آؤں
تا عرش پروازِ فکرِ رسا میں جاؤں
مضمون کی بندش تو میسر ہے رضاؔ
کافیؔ کا دردِ دل کہاں سے لاؤں

آپ کی شعر و شاعری حشو و زوائد سے بالکل پاک، مبالغہ آرائی سے کوسوں دور، حدود شرع سے غیر متجاوز ہوا کرتی تھی۔ آپ کی شاعرانہ عظمت کا اس سے اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی جنہیں بابائے اردو، عظیم استاد، شاعر مرزا داغؔ دہلوی نے "ملک سخن" کا بادشاہ تسلیم کیا ہے، وہ بادشاہ بھی آپ کی شاعری سے حد درجہ متاثر نظر آتے ہیں، اور آپ کی شاعرانہ عظمت اور بلندی فکر کے خوب معترف دیکھے جاسکتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو دربار کافیؔ کا "وزیر اعظم" تصور کرتے ہیں۔ امام احمد رضا بریلوی کا یہ اعتراف ہی اپنے آپ میں ایک زبردست سند کا درجہ رکھتا ہے۔

مولانا کافیؔ ایک بلند پایہ عالم ہیں، علم حدیث سے خاص شغف ہے، محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار ہیں۔ مولانا کافیؔ کی شاعری تمام تر نعت و منقبت اور مداحیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عبارت ہے، جیسا کہ ان کی منظوم تصنیفات: بہار خلد، نسیم جنت اور خیابانِ فردوس وغیرہ سے اندازہ ہوتا ہے۔ مولانا کی زبان نہایت صاف اور شستہ ہے۔ زبان میں بڑا مٹھاس اور لوچ ہے، غرض کہ سلاست و روانی کافیؔ کی نظم کی خصوصیات ہیں، اور انداز بیان نہایت موثر ہوتا ہے۔ ایک مختصر سا اقتباس دیوانِ کافیؔ سے نقل کیا جاتا ہے تاکہ اندازہ ہوسکے:

طفیل سرور عالم ہوا سارا جہاں پیدا
زمین و آسماں پیدا مکیں پیدا مکاں پیدا
ایسی معراج بھلا کس کو ملی ہے کافیؔ
دلربایا نہ اک انداز تھا جانا آنا
ہے پیش نظر یہ جو فروغ مہ کامل
دریوزہ گر نور ہے اوصاف جبیں کا
وجد کے عالم میں جاتا لوٹتا آنکھوں کے بل
دیکھ کر میں گنبد خضریٰ مدینہ کے قریب
ایک دم کے دم میں گر چاہے خدائے روزگار
اُڑ کے پہنچے کافیؔ مضطر مدینہ کے قریب
السّلام اے چار یار با صفا ارکان دیں
مجمع جو دو حیا صدق و عدالت السلام
مقام فخر ہے کافیؔ کہ تو مداح کس کا ہے
ترا ممدوح کیسا ہے حبیب رب اکبر ہے
مجھے الفت ہے یاران نبی سے
ابو بکر و عمر و عثمان علی سے
محبت ان کی ہے ایمان میرا
میں انکا مدح خواں ہوں جان و جی سے
ثنا خوانِ نبی ہوں اور اصحاب نبی کافیؔ
ابوبکر و عمر عثمان علی سے مجھ کو الفت ہے
یا الٰہی حشر میں خیر الورٰی کا ساتھ ہو
رحمت عالم جناب مصطفیٰ کا ساتھ ہو
یا الٰہی ہے یہی دن رات میری التجا
روز محشر شافع روز جزا کا ساتھ ہو
یا الٰہی پل کے اوپر بھی بہنگام گذر
دستگیر بے کساں اس پیشوا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب عمل میزان میں تلنے لگیں
سید ثقلین ختم الانبیا کا ساتھ ہو
یاالٰہی جب قیامت میں صفیں بندھنے لگیں
اہل بیت مجتبیٰ آل عبا کا ساتھ ہو
یا الٰہی شغل نعت مصطفائی میں رہوں
جسم و جاں میں جب تلک میری وفا کا ساتھ ہو
بعد مرنے کے بھی ہے کافیؔ کی یہ یارب دعا
دفتر اشعار نعت مصطفیٰ کا ساتھ ہو

(دیوان کافی، مطبوعہ و قلمی)

(جاری)▪▪▪

ذکرِ جمیل

حبر الامۃ راس المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما

مفتی محمد اعظم مصباحی مبارک پوری

نام و نسب: نام عبداللہ، ابوالعباس کنیت تھی۔ والد کا نام عباس بن عبدالمطلب اور والدہ کا نام ام الفضل لبابہ تھا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس کا شجرۂ نسب کچھ اس طرح ہے: حضرت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی قرشی ہاشمی۔

آپ کے والد حضرت عباس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سگے چچا تھے۔ اس طرح آپ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور اُم المومنین میمونہ بنت حارث کے بھانجے تھے کیونکہ آپ کی والدہ اُم الفضل اور میمونہ بنت حارث حقیقی بہنیں تھیں۔

ولادت باسعادت: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ولادت ہجرتِ مدینہ سے 3 سال قبل شعبِ ابی طالب میں ہوئی۔ جہاں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اپنے خاندان اور دیگر مسلمانوں کے ساتھ محصور تھے اور اہلِ مکہ نے اسلام کی تبلیغ کی وجہ سے مکمل بائیکاٹ کر رکھا تھا۔

بچپن کے کچھ حالات: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں پیدا ہوا تو مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ میں ایک کپڑے میں لپیٹ کر لایا گیا تو حُضورِ اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اپنے لُعاب مبارک سے مجھے گھٹی دی۔

جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ چھوٹے تھے تو اکثر و بیشتر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر رہا کرتے تھے، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا چوں کہ آپ کی خالہ تھیں اور آپ سے بہت محبت فرماتی تھیں، آپ بسا اوقات انہی کے پاس بیٹھتے اور کبھی کبھی حجرہ میمونہ رضی اللہ عنہا میں سو بھی جایا کرتے تھے۔ جب آپ سن شعور کو پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہو گئے، سفر و حضر ہر جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو کا ارادہ فرماتے تو آپ پانی کا انتظام کرتے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو جاتے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر کا ارادہ فرماتے تو آپ حضور کے ہم سفر ہوتے اور سواری پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھتے، یہاں تک کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سائے کی طرح ہو گئے تھے کہ جہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جاتے آپ ساتھ ساتھ ہوتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس ایک بار میں رات کو اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر اس لئے رکا کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی رات کی نماز دیکھوں گا، حُضورِ اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سو گئے یہاں تک کہ آدھی رات یا اس سے کچھ آگے پیچھے بیدار ہوئے، اپنے چہرے کو اپنے ہاتھ سے ملتے ہوئے بیٹھ گئے اور پھر سورۂ الِ عمران کی آخری آیتیں پڑھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ایک لٹکی ہوئی مَشک کی طرف گئے، اس سے اچھی طرح وُضو کیا اور نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں بھی اٹھا اور جس طرح حُضورِ انور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے کیا تھا میں نے بھی اسی طرح کیا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا، نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے دایاں ہاتھ میرے سَر پر رکھا اور مجھے سیدھے کان سے پکڑ کر اپنی دائیں جانب کر لیا۔ نماز کے بعد حضور آرام فرما ہوئے یہاں تک کہ مؤذن آپ کے پاس آیا تو حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے دو رکعتیں پڑھیں اور پھر نمازِ فجر کے لیے چلے گئے۔

قبول اسلام اور مدینہ طیبہ میں قیام: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی ہجرت کے وقت تین سال کے تھے۔ ان کے خاندان نے ہجرت نہیں کی تھی۔

ذوالقعدہ 7ھ میں عمرۂ قضا کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے مکہ سے دور ”سَرِف“ کے مقام پر ان کی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا۔ اس نکاح کے انتظامات میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ حضرت ام الفضل پیش پیش تھے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس وقت دس برس کے تھے۔ اگلے سال فتح مکہ کے بعد 8ھ کے اواخر میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے خاندان سمیت مدینہ منورہ منتقل ہو گئے۔ اس وقت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی عمر گیارہ سال تھی۔

جذبۂ تحصیلِ علم: کبھی کبھی اپنی خالہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات کو بھی ٹھہر جاتے، تاکہ معمولات نبویہ کا مشاہدہ کریں۔ اس دوران ہر ممکن خدمات بھی انجام دیتے اور حضور سے دعائیں لیتے۔ ایک بار اسی طرح بیتِ نبوی میں ٹھہرے ہوئے تھے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

وضو کے لیے ایک برتن میں پانی ڈال کر رکھ دیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو دریافت فرمایا: "پانی کس نے رکھا ہے؟" حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "عبداللہ بن عباس نے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: "اللهم فقهه في الدين وعلمه التاويل."

اے اللہ! اسے فقہ دین اور علم تفسیر عطا فرما۔

ایک بار خالہ کے گھر رُکے اور تہجد کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی اٹھ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نوافل کے لیے کھڑے ہوئے تو یہ اقتدا کے لیے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھینچ کر اپنے برابر کھڑا کر دیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی تو یہ پھر ذرا سا پیچھے ہٹ گئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: "یہ کیا کیا؟" انہوں نے عرض کیا: "أو ينبغي لأحد أن يصلي حذائك وأنت رسول الله؟" (کسی کو کہاں زیب دیتا ہے کہ آپ کے برابر کھڑے ہو کر نماز پڑھے، جب کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ذہانت اور فہم سے خوش ہو کر دعا دی: "اے اللہ! ان کے علم اور سمجھ میں اضافہ فرمایا۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ کرنے کے وقت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تیرہ یا پندرہ برس کے تھے۔ اس لیے انہیں پوری طرح استفادے کا موقع نہیں ملا تھا، مگر علوم نبوت کی جستجو دل میں جاگ چکی تھی۔ اس لیے ایک ایک صحابی کے پاس جا کر احادیث یاد کرنا شروع کیں۔ خود فرماتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو میں نے ایک انصاری ساتھی سے کہا: "آؤ! صحابہ سے احادیث سیکھیں، آج وہ بڑی تعداد میں موجود ہیں۔" ساتھی نے کہا: "تعجب ہے کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ لوگوں کو مستقبل میں تمھاری ضرورت پڑے گی اور لوگ تمھارے پاس احادیث اور مسائل معلوم کرنے آئیں گے؟"

اس ساتھی نے اس کام کو کوئی اہمیت نہ دی اور میں اس دھن میں لگ گیا، صحابہ کرام سے احادیث معلوم کرتا رہتا تھا۔ بعض اوقات کسی صحابی کے بارے میں مجھے معلوم ہوتا کہ ان کے پاس کوئی حدیث ہے میں ان کے دروازے پر جاتا، وہ سو رہے ہوتے تو میں دروازے پر بیٹھ جاتا یا چادر سر کے نیچے رکھ کر لیٹ جاتا، جب وہ باہر نکلتے تو کہتے: "اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد! آپ کس ضرورت کے تحت یہاں تشریف لائے؟ مجھے بلوا کیوں نہیں لیا؟" میں کہتا: "حاضر ہونا میری ذمہ داری ہے۔" پھر حدیث معلوم کرتا۔

آخر وہ زمانہ آیا کہ اس انصاری ساتھی نے دیکھا کہ لوگ میرے ارد گرد جمع ہیں اور مجھ سے احادیث و مسائل دریافت کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس ساتھی نے کہا: "یہ نوجوان زیادہ سمجھ دار ثابت ہوا۔"

(الاصابۃ:125/4،ط:العلمیۃ)

جن صحابی سے کچھ سیکھتے ان کا ویسا ہی ادب کرتے جیسا کوئی اپنے اساتذہ کا کیا کرتا ہے۔ ایک بار حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سواری کی لگام تھام لی۔ انہوں نے فرمایا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد! ایسا نہ کریں۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "هكذا أمرنا أن نفعل بعلمائنا".

"ہمیں اپنے علما کا ایسا ہی احترام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔"

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اسی وقت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کو چوم کر فرمایا:

"هكذا أمرنا أن نفعل بأهل بيت نبينا."

"ہمیں خاندانِ نبوت کے ساتھ ایسی ہی تعظیم کا حکم دیا گیا ہے۔"

فضل و کمال اور روایتِ حدیث: حضرت عبداللہ ابن عباس اس عہدِ مبارک کے ممتاز ترین علما میں تھے، قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، شاعری، وغیرہ کوئی ایسا علم نہ تھا جس میں ان کو یدِ طولیٰ حاصل نہ رہا ہو۔ عموماً کثیر الروایت راویوں کے متعلق یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ وہ روایت کرنے میں محتاط نہیں ہوتے اور رطب و یابس کا امتیاز نہیں رکھتے، لیکن عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ذات اس سے مستثنیٰ اور اس قسم کے شکوک و شبہات سے ارفع و اعلیٰ تھی، وہ حدیث بیان کرتے وقت اس کا پورا پورا لحاظ رکھتے تھے کہ کوئی غلط روایت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب نہ منسوب ہونے پائے، جہاں اس قسم کا کوئی خفیف سا بھی خطرہ ہوتا، وہ بیان نہ کرتے تھے، چنانچہ اکثر کہا کرتے تھے کہ ہم اس وقت تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے تھے، جب تک جھوٹ کا خطرہ نہ تھا، لیکن جب سے لوگوں نے ہر قسم کی رطب و یابس حدیثیں بیان کرنا شروع کر دیں، اس وقت سے ہم نے روایت ہی کرنا چھوڑ دیا، لوگوں سے کہتے کہ تم کو قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے وقت یہ خوف نہیں معلوم ہوتا کہ تم پر عذاب نازل ہو جائے یا زمین شق ہو جائے اور تم اس میں سما جاؤ، اسی احتیاط کی بنا پر فتویٰ دیتے تو حضور ﷺ کا نام نہ لیتے تھے، کہ آپ کی طرف نسبت کرنے کا بار نہ اٹھانا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی 1660 احادیث بیان کی ہیں جو صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث میں مذکور ہیں۔

وصال پُرملال اور مزار مبارک: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ طائف گئے، سات روز بیمار رہنے کے بعد 71 سال کی عمر میں 68ھ میں وفات پائی، نماز جنازہ حضرت محمد بن حنفیہ نے پڑھائی۔

(بخاری شریف، اسد الغابۃ، اصابہ)۔ ■■■

بچوں کو وقت کا پابند بنائیں

ڈاکٹر ظہور احمد دانش

زندگی وقت کا نام ہے اور جس نے وقت کی قدر نہ کی گویا اس نے زندگی ضائع کی۔ ہم نہیں چاہتے ہمارے آغوش میں پلنے والے ہمارے پھول سے پیارے بچے زندگی ضائع کریں لہذا ہمیں چاہیے کہ پھر ہم انھیں وقت کی پابند کا ہنر سیکھا کر انھیں زندگی کی قدر سیکھا سکیں ۔آیئے وہ طریقے جاننے کی کوشش کرتے ہیں جن کی مدد سے ہم اپنے بچوں کو وقت کا پابند بنا سکتے ہیں۔

سراپا ترغیب بنیں:

- والدین خود وقت کا پابند بنیں۔ اگر آپ خود وقت پر کام کرتے ہیں تو آپ کا بچہ بھی آپ کو دیکھ کر یہ عادت اپنائے گا۔
- وقت پر اٹھیں، وقت پر کھانا کھائیں اور وقت پر کاموں کو انجام دیں۔
- اپنے بچے کو اپنے ساتھ شامل کریں تاکہ وہ آپ کے کاموں کو دیکھ سکے۔

ڈیلی روٹین شیڈول:

- ایک روزانہ کا معمول بنائیں اور اس پر عمل کریں۔
- سونے اور اٹھنے کا ایک خاص وقت مقرر کریں۔
- کھانے اور کھیلنے کا وقت طے کریں۔
- معمول کو دلچسپ بنانے کے لیے مختلف سرگرمیاں شامل کریں۔

وقت کی اہمیت پر بریفنگ:

- اپنے بچے کو وقت کی اہمیت کو سمجھائیں۔
- انہیں بتائیں کہ وقت کی پابندی کیسے ان کی زندگی کو آسان بنا سکتی ہے۔
- انہیں کہانیاں سنائیں یا مثالوں کے ذریعے سمجھائیں کہ وقت کی اہمیت کیا ہے۔

وقت کا حساب لگانا سکھائیں:

- اپنے بچے کو گھڑی دیکھنا اور وقت کا حساب لگانا سکھائیں۔
- انہیں ایلارم گھڑی یا ٹائمر استعمال کرنا سکھائیں۔
- انہیں وقت کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے مختلف گیمز کھیلائیں۔

حوصلہ افزائی بھی اور پوچھ گچھ بھی:

- جب آپ کا بچہ وقت کا پابند ہو تو اس کی تعریف کریں اور انعام دیں۔
- اگر وہ وقت کا پابند نہ ہو تو اسے سمجھائیں اور اسے نرم سزا دیں۔
- سزا دیتے وقت اس بات کا خیال رکھیں کہ وہ ڈرے نہیں بلکہ سمجھے۔

تفریح سے بھرپور طریقے:

- وقت کی پابندی کو سیکھنے کو مزے دار بنائیں۔
- مختلف گیمز اور سرگرمیوں کے ذریعے انہیں وقت کا حساب لگانا سکھائیں۔
- انہیں وقت کے بارے میں لطیفے یا کہانیاں سنائیں۔

صبر اور بردباری:

- بچوں کو وقت کا پابند بننے میں وقت لگ سکتا ہے۔
- صبر سے کام لیں اور انہیں ہر قدم پر حوصلہ دیں۔
- اگر وہ غلطی کریں تو انہیں ڈانٹیں نہیں بلکہ سمجھائیں۔

مختلف قسم کی یادداشت:

- وقت کا پابند بننے کے لیے مختلف قسم کی یادداشت کا استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً، بچوں کو اپنی روزانہ کی سرگرمیوں کو یاد رکھنے کے لیے بصری اور سمعی یادداشت کا استعمال کرنا پڑتا ہے۔

نماز کا وقت: اسلام میں نماز کا وقت مقرر ہے اور اسے وقت پر ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ یہ بچوں کو وقت کی اہمیت سکھانے کا ایک بہترین طریقہ ہے۔

(باقی، ص:14 پر)

فکرونظر

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر وبصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ہم اربابِ قلم اور علماے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل ازوقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

*اکتوبر 2024 کا عنوان—ہندوستان میں مدارس کا مستقبل

*اکتوبر 2024 کا عنوان—------------------------------

امت اور نبی کے درمیان کا مضبوط واسطہ صحابۂ کرام ہیں

مفتی محمد منظر مصطفیٰ نازؔ صدیقی اشرفی

اس جہانِ فانی میں لوگ آرہے ہیں اور اسے چھوڑ کر دار البقا کی طرف جارہے ہیں۔یہ سلسلہ ابتداے آفرینش سے جاری ہے اور صبح قیامت تک جاری رہے گا۔دنیاوی اعتبار سے بڑے بڑے ناموروں کی آنکھیں بند ہوئیں تو وہ تھوڑے ہی عرصے میں شہرت سے گوشۂ گمنامی کی آغوش میں میں چلے گئے ،مگر دنیا میں دین کے کچھ ایسے خدام بھی آئے کہ وہ یہاں علم کی روشنی ،روحانیت کی خوشبو، شعور وآگہی کے اجالے اور محبت کے ایسے نقوش چھوڑ گئے کہ اُن کے اِس دنیا سے جانے کے بعد بھی اُن کا ذکرِ خیر باقی ہے ۔ ایسے ہی سراپا خیر لوگوں میں ایک ایسی جماعت بھی وجود میں آئی، جسے صحابۂ کرام کی جماعت کہا جاتا ہے۔

حضرات صحابۂ کرام سے عقیدت و محبت اور ان کا ادب واحترام ایک مسلمان کے لیے لازم وضروری ہے۔اس روئے زمین پر حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد مقدس ترین جماعت صحابۂ کرام ہی کی ہے،جن کی عظمت وفضیلت میں قرآن کی آیتیں نازل ہوئیں اور جن کے مقامِ بلند کو بتانے اور ان کے حقوق سے امت کو آگاہ کرنے کے لیے امام الانبیا حضور سرورِ کائنات ﷺ نے گراں قدر ارشادات سے نوازا۔ صحابۂ کرام وہ مقدس ترین طبقہ ہے جس نے براہِ راست شمعِ رسالت ﷺ سے روشنی پائی اور منبعِ علم و عرفان ﷺ سے فیض یاب ہوئے۔ان کی زندگی کا بڑا مقصد نبی کے اشارۂ ابرو پر جان وتن کو لٹانا اور خود کو نبی کے قدموں پر نثار کرنا تھا۔کٹھن منزلیں، سخت مرحلے اور مسلسل آزمائشوں نے بھی ان کے جذبۂ اطاعت وفرماں برداری میں کمی آنے نہیں دی اور نہ ان کے پائے استقامت میں کوئی جنبش آئی۔وہ اپنے نبی سے دیوانہ وار محبت کرتے تھے اور فدائیت وفنائیت کا حیرت انگیز نمونہ پیش کرتے تھے۔اس مقدس جماعت نے رہتی دنیا تک کے انسانوں کو بتادیا کہ نبی کے عاشق، دینِ حق کے متوالے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے سپاہی کیسے ہوتے ہیں۔ان کی وفاداری و جاں سپاری اور خلوص و جاں نثاری کے واقعات آج بھی ہمارے اور قیامت تک آنے والے انسانوں کے ایمان کو تازہ کرنے اور جذبۂ وفا کو برانگیختہ کرنے کے لیے کافی ہیں۔ انھوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے اشارۂ ابرو پر مال ودولت کو نچھاور کیا، اسلام کی اشاعت اور دین کی تبلیغ کے لیے ناقابلِ فراموش قربانیاں دیں اور ہر طرح کی مشقتوں کو برداشت کیا۔ امت اور نبی کے درمیان کا مضبوط واسطہ اور اہم ذریعہ یہی صحابۂ کرام ہیں۔صحابۂ کرام کی عظمت اور فضیلت کے لیے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان سے اپنی رضامندی کا اعلان فرمادیا:

ترجمہ: اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو (پیروی کرنے والے) ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لیے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

(پارہ 11، سورۂ توبہ، آیت 100)

یہی وہ جماعت ہے جس سے اللہ رب العزت نے ”حسنیٰ“ یعنی خیر اور بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے:

ترجمہ: اور ان سب سے اللہ نے سب سے اچھی چیز کا وعدہ فرمالیا ہے۔ (پارہ27، سورۂ حدید، آیت29)

جس جماعت کی پیروی کو خود حضور اکرم ﷺ نے ذریعۂ ہدایت بتایا۔ جن کی محبت کو آپ نے ایمان کا حصہ قرار دیا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل، محاسن و کمالات پر مشتمل بہت سی آیتیں اور احادیث ہیں جن کا تذکرہ یہاں طوالت کا باعث ہو گا، یہاں صرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ صحابۂ کرام کی بے ادبی اور گستاخی ایک نا قابلِ معافی جرم ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے جہاں اپنے تربیت یافتہ صحابۂ کرام کے مقام و مرتبہ کو اجاگر فرمایا، وہیں امت کو آگاہ کیا کہ وہ کسی بھی طرح ان کی شان میں گستاخی نہ کرے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے جن خوش بخت صحابۂ کرام کو دین کی نصرت و تائید اور اسلام کی ترویج و اشاعت کے لیے تیار کیا اور جن کو سجا سنوار کر امت کے سامنے پیش کیا، اب کسی کی مجال نہیں کہ وہ ان کے خلاف زہر اگلے، ان کی شان میں بے ادبی کرے اور نازیبا کلمات کہے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کی محبت کو اپنی محبت کے مترادف قرار دیا اور ان سے بغض کو اپنے بغض کے مثل بتایا۔ جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ کو جملہ انبیا و رسل پر فضیلت حاصل ہے، اسی طرح آپ کے جانثار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو دیگر انبیا کے اصحاب پر فضیلت حاصل ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ اپنے جان نثار صحابۂ کرام کے بارے میں فرماتے ہیں:

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مغفل کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے بعد تم انھیں نشانہ ملامت نہ بناؤ۔ اس لیے کہ جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے دشمنی رکھی تو میری دشمنی کی وجہ سے ان سے دشمنی رکھی، جس نے انھیں اذیت پہنچائی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی گویا اس نے اللہ کو اذیت پہنچائی اور جس نے اللہ کو اذیت دی تو اس کے لیے اللہ کی گرفت قریب ہے۔

(مشکاۃ المصابیح:2/554)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”لا تسبوا أصحابي ، فوالذى نفسي بيدِه لو أنفقَ أحدُكم مثلَ أُحُدٍ ذهبًا ما بلغَ مدَّ أحدِهم ولا نَصِيفَه .“

ترجمہ: میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو، اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد (پہاڑ) کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ ان کے ایک مُد یا نصف مُد کے برابر بھی نہیں پہنچے گا۔

حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے:

”لعَنَ اللهُ مَنْ سبَّ أصحابي“

یعنی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس شخص پر جو میرے صحابہ کو بُرا بھلا کہے۔

صحابۂ کرام کی عظمت کا انکاری اسلام سے بہت دور ہے۔ بہت سارے سیہ بخت ایسے بھی ہیں جنہیں صحابۂ کرام کے فضائل سننے، دیکھنے، پڑھنے میں کافی تکلیف ہوتی ہے، حالانکہ انہیں غور و فکر کرنی چاہیے کہ جن کی عظمت قرآن و حدیث سے ثابت ہے، اس کے مقابل میں تاریخ کو پیش کرنا کم علمی و کج فہمی نہیں تو اور کیا ہے۔ قرآن و حدیث کے مقابل میں تاریخ بالکل تاریک ہے۔ بخاری و مسلم سمیت دیگر صحاح ستہ و کتبِ احادیث میں ”کتاب المناقب“ کے عنوان سے ایک مستقل باب ہے، جس میں مناقبِ صحابہ سے متعلق کثیر احادیث و روایات موجود ہیں۔ تفصیل کے لیے صحیحین و مشکوٰۃ شریف، کتاب المناقب و ملاحظہ فرمائیں۔

اسی جماعت میں ایک ایسے صحابیِ رسول کا نام نامی، اسم گرامی چودھویں کے چاند کے مثل چمکتا اور دمکتا ہے جنھیں حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے نام سے جانا، پہچانا اور مانا جاتا ہے۔ آپ اسلام کے سچے شیدائی، بہت صبر کرنے والے، ہر حال میں ثابت قدم رہنے والے، بہت ہی نیک، عقل مند، ماہر عالم دین اور اسلام کے پرچم کو بلند کرنے والے خوش بخت انسان ہیں۔ آپ حضور اکرم ﷺ کے ممتاز صحابۂ کرام میں سے ہیں۔ فارس (یعنی ایران) کے رہنے والوں میں سب سے پہلے آپ نے ہی اسلام قبول فرمایا۔ حضرت سلمان فارسی نے کافی لمبی عمر پائی، روایات کے مطابق آپ نے 250 سال سے زائد کا عرصہ دنیا میں تشریف فرما رہے، آپ کے حوالے سے یہ بھی مشہور ہے کہ آپ نے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حواری (یعنی اصحاب) سے بھی ملاقات فرمائی ہے۔ (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، جلد سوم، ص:120)

آپ نے سالہا سال حق کی تلاش میں گزارے۔ کیونکہ

آپ اپنے آباء و اجداد کے باطل دین سے بیزار تھے۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ آپ اسی تلاش میں ایک راہب کے پاس پہنچے تو اس راہب نے آپ سے کہا: بیٹا! میری معلومات کے مطابق اب دنیا میں کوئی ایسا راہب نہیں ہے جو درست دینی تعلیم پر کار بند ہو، عنقریب اللہ تعالی کے آخری نبی ظہور فرمائیں گے، تم ان کی خدمت میں حاضر ہو جانا۔ اس راہب نے چند علامات بتائیں، آپ اسی نیت سے ایک قافلے کے ساتھ شریک ہو گئے اور سفر مدینہ شروع کیا۔ قافلے والوں کی نیت خراب ہو گئی اور انہوں نے آپ کو تنہا دیکھ کر ایک کافر کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ (طبقات ابن سعد، جلد چہارم، صفحہ 56)

روایات کے مطابق آپ تقریباً دس بار بیچے گئے اور آخر کار مدینہ منورہ پہنچ گئے اور یہاں رہ کر سرکار اقدس ﷺ کا انتظار فرمانے لگے۔ (بخاری)

آپ کا قبول اسلام: آخر کار انتظار ختم ہوا۔ ایک سہانا دن تھا، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ اپنے دنیوی مالک کے باغ میں کھجوریں توڑ رہے تھے، آپ نے خبر سُنی کہ نبی آخر الزماں، شاہ کون و مکاں ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مقام قبا میں تشریف لا چکے ہیں۔ اس خبر نے عشق کی شمع مزید روشن کر دی، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ کا دل بے قرار ہو گیا، برسوں جس آقا کا انتظار کیا، جن کے دیدار کی خاطر میلوں سفر کیا، وہی آقا، دوعالم کے داتا ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ اللہ! اللہ! دل بے قرار ہے، مزید صبر دُشوار ہے، حضرت سلمان فارسی گن گن کر گھڑیاں گزار رہے ہیں۔ آخر وہ وقت بھی آ ہی گیا کہ دلوں کے چین سلطان کونین ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے آئے، مدینہ پاک کی گلیوں میں عید کا سماں ہے، ہر طرف نور ہی نور ہے، خوشیاں ہی خوشیاں ہیں، موقع پا کر حضرت سلمان فارسی بھی حاضر خدمت ہو گئے۔ راہب نے جو نشانیاں بتائی تھیں، وہ دیکھیں، سب نشانیاں موجود تھیں، چنانچہ کلمہ پڑھ کر محبوبِ ربّ، سلطانِ عرب ﷺ کی غلامی اختیار فرما لی۔ (طبقات ابن سعد، جلد چہارم، صفحہ 58)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اس کے بعد سے آخر تک حضور جان کائنات، فخر موجودات ﷺ کی خدمت میں حاضر رہے، مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں آپ کو مدائن کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔

اللہ کے محبوب بندے: اللہ کے محبوب بندے: آپ کی ذات مقدسہ وہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے آپ کو اللہ تعالی کا محبوب بندہ قرار دیا، جیسا کہ روایت میں ہے کہ:

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک نے مجھے چار لوگوں سے محبت کا حکم دیا اور مجھے خبر دی کہ اللہ پاک بھی اُن چار لوگوں سے محبت فرماتا ہے۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! وہ چار کون ہیں؟ فرمایا: علی، سلمان، ابوذر اور مقداد۔ (سنن ابن ماجہ، ص:37)

ایک روایت میں یوں ہے:

حُضُور اکرم نورِ مجسم ﷺ نے فرمایا: جنت، علی بن ابو طالب، عمار بن یاسر، سلمان فارسی اور مقداد بن اسود کی مشتاق ہے۔

(معجم کبیر، جلد ششم ص:215)

آپ کا علم: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے قبل بھی معرفت حق کی تلاش میں کئی راہبوں کے پاس تشریف لے گئے تھے اور ان سے تعلیم حاصل فرمائی تھی، یہاں تک کہ آپ توریت و انجیل کے بھی عالم تھے۔ جیسا کہ ایک روایت میں یوں ہے کہ:

حضرت زاذان کندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک دن ہم مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ امیر المؤمنین حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے، حضرت علی المرتضی، شیر خُدا رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا: سلمان فارسی جیسا تم میں کون ہو سکتا ہے؟ وہ اہلِ بیت میں سے ہیں، انھوں نے پہلے اور آخری علوم حاصل کیے، حضرت سلمان فارسی کتب سابقہ کے بھی عالم تھے بلکہ سلمان تو علم کا نہ ختم ہونے والا سمندر تھے۔ (معجم کبیر جلد ششم صفحہ 213)

آپ کی خصوصی فضلیت: حضرت سلمان فارسی رکی الفقہ کے فضائل و خصائص میں سے ایک بڑی اہم فضیلت اور خصوصیت یہ بھی ہے کہ پیارے آقا، مکی مدنی مصطفی ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو اپنے اہلِ بیت اطہار میں شامل فرمایا، چنانچہ حدیث پاک میں ہے: پیارے آقا، مکی مدنی مصطفی ﷺ نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: سَلْمَانَ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ سلمان ہمارے اہلِ بیت میں سے ہے۔ فَاتَّخِذْهُ صَاحِبًا لہٰذا انہیں اپنا ساتھی بنالو۔ (مسند بزار جلد 13 صفحہ 139)

اس حوالے سے میر عبدالواحد بالگرامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اہلِ بیت کی تین قسمیں ہیں: (1) اصل اہل بیت (2) داخل

اہلِ بیت (3) لاحق اہلِ بیت۔

اصل اہلِ بیت 13 نفوس ہیں۔ 9 ازواج مطہرات اور پیارے آقا، مکی مدنی مصطفیٰ ﷺ کی چار شہزادیاں۔ داخل اہلِ بیت تین نفوس ہیں: حضرت علی المرتضیٰ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور لاحق اہلِ بیت وہ لوگ ہیں جن کو اللہ پاک نے ناپاکیوں اور گناہوں سے بالکل پاک کر دیا اور انہیں کمال تقویٰ و پاکیزگی عطا فرمائی۔ جیسا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہ آپ سید نہیں ہیں لیکن ناپاکی سے کمال طہارت کی وجہ سے اہل بیت سے لاحق (یعنی ملے ہوئے) ہیں۔ (سبع سنابل مترجم ص:94)

تقویٰ و پرہیزگاری: آج کل معاشرے کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ ناحق سوال کا وبال دن بدن بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اچھے خاصے نوجوان سستی کرتے ہیں، محنت سے جی چراتے ہیں اور ناحق ذلت اٹھاتے ہوئے لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے رہتے ہیں۔ ایسے معاملے میں حضرت سیدنا سلمان فارسی کی سیرت کی اس ایک جھلک کو بھی ملاحظہ فرمائیں اور اپنے اندر سے سستی کو ختم کریں اور اپنے اندر خودداری پیدا کرنے کی مکمل کوشش کریں۔

حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کبھی کسی سے کچھ سوال نہیں کرتے تھے بلکہ جب آپ کو 30 ہزار مسلمانوں کا امیر بنا دیا گیا تب بھی آپ نے اپنا گذارا کرنے کے لیے وہی ماہانہ مقررہ وظیفہ پر ہی قناعت فرمایا بلکہ اس کو بھی ضرورت مند لوگوں کے درمیان تقسیم فرما دیتے۔ دنیا سے ایسی بے رغبتی تھی کہ آپ کے پاس صرف ایک چادر تھی، آپ اسی کو اوڑھ کر لوگوں کو خطبہ دیتے اور اسی چادر کو بچھا کر اور اوڑھ سو بھی جاتے تھے۔ اپنا خرچ نکالنے کے لئے امیر وقت ہوتے ہوئے بھی کھجور کی ٹوکریاں اپنے ہاتھوں سے بناتے اور اسی کو فروخت کرکے اپنا گذارا فرماتے۔ ایک موقع پر آپ نے خود فرمایا:

میں اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھانا پسند کرتا ہوں۔

(اللہ والوں کی باتیں، جلد اول، ص:372)

اللہ کے اس برگزیدہ بندے کے اندر اتنی سادگی اور خشیت الٰہی تھی کہ جب آپ مرض الموت میں مبتلا تھے، لوگ عیادت کرنے آئے، تو دیکھا کہ آپ رو رہے ہیں۔ پوچھا گیا: کس چیز نے آپ کو رلایا؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے دنیا کے چھوٹنے نے یا موت کے ڈرنے نہیں رلایا بلکہ میں تو اس لیے رو رہا ہوں کہ میرے ارد گرد اتنے سامان ہیں۔ حالاں کہ حضور اکرم ﷺ نے ہم سے وعدہ لیا تھا کہ تمہارے پاس دنیاوی سامان اتنا ہی ہو جتنا کہ مسافر کے پاس ہو۔ جبکہ راوی بیان کرتے ہیں کہ آپ کے پاس اس وقت صرف ایک برتن تھا جس سے آپ وضو و غسل فرماتے تھے۔ (شعب الایمان جلد 7، ص:306)

حضرت سیدنا عطیہ بن عامر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ حضرت سیدنا سلمان رضی اللہ تعالی عنہ تکلفا کھانا تناول کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں۔ مجھے یہ کھانا کافی ہے، مجھے یہ کھانا کافی ہے۔ کیونکہ میں نے رسول اکرم، نُورِ مجسم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو دنیا میں پیٹ بھر کر کھاتے ہیں وہ قیامت میں زیادہ بھوکے ہوں گے۔ اے سلمان! بیشک دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص:3315)

حضرت سیدنا ابوقِلابہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے آپ رَضی اللہ تعالی عنہ کو آٹا گوندھتے دیکھا تو حیرت زدہ ہوکر اس کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے فرمایا: میں نے خادم کو کسی کام سے بھیجا ہے اور مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اس پر دو کام جمع کروں۔

(کتاب الزھد لامام احمد بن حنبل، ص:177)

حضرت سیدنا جعفر بن بُرقان رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: مجھے 3 چیزیں ہنساتی اور 3 چیزیں رلاتی ہیں۔ ہنسانے والی 3 چیزیں یہ ہیں: تعجب ہے اس شخص پر جو دنیا سے اُمید میں باندھتا ہے حالانکہ موت اس کی تلاش میں ہے، اور حیرت ہے اس غافل انسان پر جو غفلت سے بیدار نہیں ہوتا اور اس پر بھی تعجب ہے جو منہ کھول کر ہنستا ہے حالانکہ اسے نہیں معلوم کہ اس کا رب عَزَّوَجَلَّ اس سے راضی ہے یا ناراض، اور رلانے والی 3 چیزیں یہ ہیں: حضور نبی رحمت، شفیع امت ﷺ اور صحابہ کرام کی جدائی، نزع کی تکالیف کا پیش آنا اور بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونا جبکہ مجھے معلوم نہیں کہ میں جہنم کی طرف ہانکا جاؤں گا یا جنت میں جگہ پاؤں گا۔ (کتاب الزھد لامام احمد بن حنبل ص:176)

وصال پرملال: آپ ۱۰/ رَجَبُ الْمُرَجَّب 33 یا 36 ہجری کو اس دنیا سے رخصت ہوئے، آپ کا مزار مبارک عراق کے شہر مدائن میں ہے۔ آپ ہی کی نسبت سے مدائن کو سلمان پاک بھی کہا جاتا ہے۔ (تاریخ ابن عساکر، جلد ۲۱، ص:۳۷۶)

سلمان وہ کہ جن کا ہے جنت کو اشتیاق

محمد مبشر رضا ازہر مصباحی

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بڑے چہیتے اور جانباز صحابی ہیں، آپ کا نام ”سلمان“ ہے جب کہ آپ کو بارگاہِ نبوت سے ”سلمان الخیر“ کا لقب ملا تھا اور آپ کی کنیت: ”ابوعبداللہ“ تھی، وطنی نسبت کے سبب ”فارسی“ کہلاتے تھے۔

آپ ملک فارس کے شہر اصفہان کے ایک ”جے“ نامی بستی کے باشندہ اور ایک امیر کبیر اور جاگیردار باپ کے فرزند تھے، آپ کے آباواجداد مجوسی یعنی آتش پرست تھے، اولاً آپ نے بھی اپنے آبائی دین مجوسیت میں خوب کمانڈ حاصل کیا مگر بہت جلد آپ نے اپنے آبائی دین سے کنارہ کش ہوکر عیسائیت اختیار کی اور عیسائی راہبوں کی صحبت میں رہنے لگے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو لمبی عمر عطا فرمائی تھی کم وبیش ڈھائی سو برس اس خاک دان گیتی پر رہے، دین عیسائیت اختیار کرنے کے بعد جب کسی پادری کی صحبت میں پناہ لیتے، رات میں ان کی خدمت کرتے اور دن میں محنت ومزدوری کرکے گزر بسر کرتے، پھر جب اس کی موت کا وقت قریب آتا وہ کسی دوسرے راہب کا پتہ دیتا اور آپ کو اس راہب کے پاس جانے کی تلقین کرتا اسی طرح مختلف راہبوں کے پاس جاتے رہے اور توریت شریف کا علم حاصل کرتے رہے۔

سب سے آخری راہب جس کے پاس آپ نے توریت شریف کی تعلیم لی جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے کہا: بیٹے سلمان! میری معلومات کے مطابق دنیا میں اب کوئی ایسا راہب نہیں جو عیسائیت پر مکمل طور پر قائم ہو اور میں تمہیں اس کے پاس بھیجوں اور تم اس کی صحبت اختیار کرسکو، میرے علم کے مطابق نبی آخر الزماں کے ظہور کا وقت قریب ہے یعنی بہت جلد آخری زمانے کے پیغمبر ظاہر ہونے والے ہیں، جب تم ان کا زمانہ پاؤ تو ان کی صحبت اختیار کرنا۔ اس راہب نے نبی آخر الزماں کی جائے سکونت (ہجرت گاہ) کے متعلق کھجوروں والی جگہ یعنی ملک عرب کے شہر مدینہ منورہ کی طرف اشارہ کیا اور مزید کچھ نشانیاں بیان کیں، اس وصیت کے بعد اس کی وفات ہوگئی اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر دم اسی فکر میں رہنے لگے کہ آپ کس طرح ملک عرب پہنچیں گے اور نبی آخر الزماں کے قدموں تک پہونچ کر ان کی صحبت سے مشرف ہوں گے، چوں کہ ملک شام میں اہل عرب کے قافلے بکثرت آتے جاتے رہتے تھے چناں چہ بعض قافلہ کے متعلق معلوم ہوا کہ عرب شریف جانے والا ہے تو آپ ان کے ساتھ ہولیے اور آپ خوش وخرم ملک عرب کے لیے نکل پڑے، راستے میں اہل قافلہ کی نیت خراب ہوگئی اور انہوں نے حضرت سلمان فارسی کو کچھ راہ گیروں کے ہاتھ فروخت کردیا، معتبر روایات کے مطابق کم وبیش 10 سے زائد بار آپ بیچے گئے۔ [بخاری شریف، باب اسلام سلمان فارسی، جلد اول، ص 562: مجلس برکات]

بار بار بکتے رہے مگر اپنی مراد کی طلب جاری رکھی یہاں تک کہ ملک عرب خاص شہر مدینہ منورہ پہونچ چکے اور ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کیے گئے، ایک روز اپنے یہودی مالک کے باغ میں کام کر رہے تھے کہ اسی دوران اپنے مالک کو کسی سے کہتے ہوئے سنا کہ ایک شخص شہر مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ آئے ہیں اس کا دعویٰ ہے کہ وہ آخری زمانے کے نبی ہیں اور عام لوگ قبا کے مقام پر اس کے پاس جمع ہو رہے ہیں، اتنا سنتے ہی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل کی دنیا ہی بدل گئی، آپ نے اپنے یہودی مالک سے فرمایا: کیا کہا؟ ایک بار اور کہیں۔ مالک نے ایک طمانچہ رسید کیا اور کہا: خاموش رہو تم اپنا کام کرو، یہ ہمارا معاملہ ہے مگر آپ نے دل ہی دل میں کہا: مالک تو جس عظیم ہستی کی بات کر رہا ہے وہ کوئی اور نہیں ہوں گے وہ وہی ہوں گے جن کے بارے میں مجھے میرے عیسائی راہب نے تعلیم وتلقین کی ہے، جن کی ملاقات کے لیے ہم بار بار بکتے رہے ہیں اور مدتوں کا سفر طے کیا ہے اور ہزاروں کلفتوں کا سامنا کیا ہے لہذا اب سلمان جب تک ان کی خدمت میں پہنچ کر اپنے عیسائی مربی کی باتوں اور بتائی ہوئی نشانیوں کی جانچ نہ کرلے اس وقت تک سکون کی سانس نہیں لے سکتا، چناں چہ ایسا ہی ہوا آپ نے مزدوری سے

چھوٹتے ہی کچھ کھجور لے کر حضور کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور کہاکہ یہ صدقہ کے کھجور ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول فرمایا مگراسے اپنے حاضر باشوں میں تقسیم فرمادیا اور خود اس میں سے کچھ نہ کھایا، پھر دوسرے روز بھی کچھ کھجور لے کر حاضر ہوئے، بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پیش کیا اور کہا یہ ہدیہ کے کھجور ہیں، حضور نے اسے بھی قبول فرمایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے قبول فرماکر اس میں سے کچھ تناول فرمایا اور باقی اپنے صحابہ میں تقسیم فرمادیا، دونوں باتیں دیکھ کر حضرت سلمان فارسی مچل اٹھے کہ دونشانیاں توپوری ہوگئیں اب انہیں صرف تیسری اورآخری نشانی پوری ہونے کا انتظار تھا اور وہ نشانی تھی "حضور کے دونوں مبارک مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت کا ہونا" چناں چہ ایک جنازہ کے موقع پر وہ نشانی بھی پوری ہوئی جوں ہی آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی مسرت وخوشی کی انتہانہ رہی، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ کا دل جھوم جھوم اٹھاکہ مقصود ومطلوب حاصل ہو گیاچناں چہ فوراً اپنے پرانے دین سے توبہ کی اور اسلام کا کلمہ پڑھ کر ہمیشہ ہمیش کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی اختیار کرلی، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ تفصیلی داستان متعدد محدثین اور معتمد سیرت نگاروں نے بیان کیا ہے، تفصیل کے لیے سیرت کی کتابوں کی طرف رجوع کیاجاسکتاہے۔

درس عمل: دین حق کی تلاش میں حضرت سلمان فارسی نے جس قدر طویل سفرطے کیااور طویل سفرمیں ایک سے بڑھ کرایک صبرآزماحالات سے دوچار ہوئے مگر تلاش حق کی آگ کبھی سرد نہیں ہونے دی اور جستجوحق کی لو کبھی ماندنہ پڑنے دی، بلکہ دن بدن تلاش حق کا شوق وذوق پروان چڑھتارہاحتی کہ عرب کے شہر مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم ناز میں پہنچ کر اپنی طلب پوری کری اور شرف صحابیت سے مشرف ہوئے۔

تلاش حق میں آپ نے جس قدر طویل اور لمباسفرطے کیا اوراس لمبی مدت میں راہ حق میں درپیش مصائب ومشکلات کاڈٹ کر مقابلہ کیاوہ تاریخ کا ایک سنہرہ باب ہے، ایسی مشکل گھڑی میں اگر زمانے کارستم بھی ہوتاتوشایداس کے پائے ثبات میں تزلزل پیداہو جاتا اور تھک ہار کر اپنا راستہ بدل لیتا، ہوااپنا رخ بدل لیتی، پہاڑ اور چٹان اپنی جگہ سے ہٹ جاتے مگر راہ حق کے اس مسافر کی کیانرالی شان ہے؟ جرأت وہمت اور صبر واستقلال کیسی عظیم اور مثالی ہے؟ تاریخ شاہد ہے کہ جوں جوں مصائب وآلام اور ہموم واوہام نے آپ کی راہ میں رکاٹ ڈالی توں توں آپ نے عزم وحوصلہ کومہمیز لگایااور تمام رکاوٹوں کو پیچھے چھوڑکرآگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ لقائے حبیب کی دولت لازوال سے لطف اندوز ہوئے۔

حضرت سلمان فارسی کی پاکیزہ داستان پڑھ کرہر صاحب ایمان کا دل جھوم جھوم اٹھتاہے اور مومنوں کوروحانی وایمانی غذاحاصل ہوتی ہے۔بلاشک وارتیاب آپ نے راہ حق میں جس جرات وہمت کامظاہرہ کیاہے اورصبرواستقلال کا دامن مضبوطی سے تھاماہے وہ صبح قیامت تک کے مومنوں کے لیے نادر نمونہ اور بے مثال اسوۂ حسنہ ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہونے سے پہلے ایک یہودی کے غلام تھے جب حضور کی غلامی میں آگئے توحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایااپنے آقاسے مکاتبت کرلو، حسب ارشادنبوی ایساہی ہوااوربدل کتابت اداکرکے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہودی آقاکی غلامی سے آزاد ہوگئے۔گویاحضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ زبان حال سے گویاہوئے یارسول اللہ علیک الصلوۃ والسلام!

جب تک بکا نہ تھا کوئی پوچھتا نہ تھا
تو نے خرید کر مجھے انمول کر دیا

پھرجب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دولت ایمان سے مشرف ہوئے تورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہمیشہ کے لیے قربان ہوگئے حتی کہ آپ کا شمار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقربین بارگاہ میں ہونے لگے اور ہمہ دم سرکاردوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت وعنایت سے سرشار ہونے لگے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اہم امور میں آپ سے مشورہ فرماتے اور سرکاردوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے مشورے کوقبول بھی فرماتے، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہاسے مروی ہے کہ رات کاایک وقت خاص ہوتاجس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سلمان فارسی سے مشورہ فرماتے اوراس مجلس میں

ہمیں بھی شرکت کی اجازت نہیں ہوتی۔

سنہ 5 ہجری کی سب سے مشہور اور فیصلہ کن جنگ جو غزوۂ احزاب کے نام سے مشہور و معروف ہے اور جس میں دشمنوں سے حفاظت کے لیے شہر مدینہ کے گرد خندق کھودی گئی وہ خاص حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ سے ہی تھا جسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول فرمایا اور اس پر عمل کرنا مسلمانوں کے حق میں کامیاب اور موثر ثابت ہوا۔[مدارج النبوہ دوم، ص:120 مکتبہ ٹیا محل دہلی]

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ''مواخاۃ'' قائم فرمایا، آپ دونوں آپس میں اس درجہ محبت فرماتے کہ ایسی محبت دو سگے اور حقیقی بھائیوں میں نظر نہیں آتی۔

آپ وہ عظیم صحابی ہیں جنہیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ عالم پناہ سے کئی خصوصیات وامتیازات حاصل تھے پہلی خصوصیت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ کا رشک جناں ہونا چناں چہ ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''جنت چار لوگوں کی مشتاق ہے [1] علی بن ابی طالب [2] عمار بن یاسر [3] سلمان فارسی [4] مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہم''۔[معجم کبیر للطبرانی، حدیث:6045]

دوسری خصوصیت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اہل بیت میں شامل ہونا۔چناں چہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم سے ارشاد فرمایا:''سلمان منا اھل البیت فاتخذہ صاحبا''یعنی سلمان فارسی ہمارے اہل بیت سے ہے تو اسے اپنا ساتھی بنالو''۔[البحرالزخارالمعروب بمسند بزار،13: ص139؛ حدیث6534]

اسی لیے حضرت زاذان کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

''ایک بار ہم شیر خدا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے، اتنے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سلمان فارسی کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا: سلمان فارسی جیسا تم میں کون ہوسکتا ہے؟ وہ اہل بیت میں سے ہیں، انہوں نے پہلے اور آخری علوم حاصل کیے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلی کتاب یعنی توریت شریف کے بھی عالم تھے اور آخری کتاب یعنی قرآن حکیم کے بھی عالم تھے بلکہ سلمان تو علم کا نہ ختم ہونے والا سمندر تھے۔''

[معجم کبیر، حدیث:6042]

یاد رہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اہل بیت سے ہونا اس طرح کا نہیں جس طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اس حوالہ سے مشہور و معروف بزرگ عالم وعارف میر سید عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ وضاحت پڑھیں، آپ اپنی کتاب مستطاب ''سبع سنابل شریف''میں تحریر فرماتے ہیں:

''اہل بیت کی تین قسمیں ہیں [1] اصلِ اہل بیت [2] داخلِ اہل بیت [3] لاحقِ اہل بیت۔اصلِ اہل بیت 13 نفوس قدسیہ ہیں 9 ازواج مطہرات، ایک حضور رحمت دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور چار شہزادیاں رضی اللہ تعالیٰ عنہن، داخلِ اہل بیت 3 نفوس ہیں: حضرت مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔اور لاحقِ اہل بیت وہ خوش نصیب افراد ورجال ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ناپاکیوں اور گناہوں سے بالکل پاک وصاف کردیا اور کمال تقویٰ وپاکیزگی عطا فرمائی جیسا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ آپ سید تو نہیں ہیں لیکن ناپاکی سے کمال طہارت کی وجہ سے اہل بیت سے لاحق اور ملے ہوئے ہیں۔''

[سبع سنابل شریف مترجم، ص:94]

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں آپ 656ء میں مدائن کا گورنر مقرر کیا مگر وہاں کی آب و ہوا آپ کو راس نہ آئی اور محض چند ہفتوں بعد ۱۰/رجب المرجب ۳۳ھ کو آپ کا وصال باکمال ہو گیا، آپ کا مزار شہر ''مدائن''میں زیارت گاہ عوام وخواص ہے اور خلق خدا میں نوار وتجلیات لٹا رہا ہے۔

تعلیمات:صحابی رسول حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مبارک زندگی مومنوں کے لیے بہترین اسوہ اور اعلیٰ نمونہ ہے، آپ کی طرز زندگی اور آپ کے اقوال وارشادات میں ہمارے لیے وہ عملی نمونہ ہے جس پر ہمارا کاربند اور گامزن ہونا

دنیاوآخرت میں سرخروئی اور کامیابی و کامرانی سے عبارت ہے، ذیل میں آپ کی سیرت طیبہ اورآپ کے فرمودات قیمہ سے چند نصیحت آموز نکات پیش کیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقوش وخطوط پر عمل پیراہونے کی توفیق عطافرمائے۔

صبر واستقلال: معزز قارئین! آغاز مضمون میں آپ نے حضرت سلمان فارسی کے طلب حق کی پاکیزہ تفصیلی داستان مطالعہ فرمائی جس سے ظاہر وعیاں ہوتا ہے کہ صبر واستقلال آپ کی سیرت کا ایک نمایاں پہلو ہے، اسی صبر واستقلال اور ہمت وحوصلہ نے انہیں سرکاردوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قدموں تک پہنچایا اورآپ شرفِ صحابیت سے ہمکنار ہوئے اوراہل دنیاکے لیے نمونۂ عمل بن گئے، ہمیں بھی چاہیے کہ ہم مصائب وآلام کی گھڑی میں صبراور بلند ہمتی سے کام لیں، ناشکری اور گلہ وشکوہ سے بچیں۔

اپنے ہاتھ کی کمائی کھانا: حضرت ابو عمررضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے بیان کیاکہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”لا أحب أن آكل إلا من عمل يدي“ یعنی میں اپنے ہاتھ کی کمائی کھاناپسند کرتاہوں۔

یہ قول بظاہر بہت مختصراور چند کلمات کامجموعہ ہے مگر تمام اچھائیوں اورنیکیوں کی اصل وجان ہے، کہاجاتاہے کہ جب انسان حلال کھاتاہے تواس کے رگوں میں حلال خون گردش کرتاہے جس سے نیک کاموں میں اس کادل لگتاہے اوراس کانفس برائی سے دور رہتاہے، اورجب حرام رزق کھاتاہے تواس کے رگوں میں حرام خون دوڑتاہے جس سے انسان طرح طرح کی برائیوں میں ملوث ہو جاتاہے اورنیکیوں میں اس کادل نہیں لگتا، انسان کااپنے ہاتھ کی کمائی کھانے کی عادت اسے حرام روزی سے دورکردیتی ہے، اس کا واضح مطلب یہی ہواکہ جب کوئی مومن محنت ومزدوری کرکے اپنے ہاتھ کی کمائی کھاناپسند کرنے لگ جائے تویقیناًوہ حرام روزی سے دورہوکر تمام نیکیوں اورجملہ بھلائیوں کاخوگربن جائے گا۔

یادرہے جنھیں حلال کھانے اورحلال کمانے کی فکر نہیں ہوتی ایسے لوگ ہمیشہ حرام روزی اوردنیاوی عیش وعشرت میں ڈوبے رہتے ہیں بظاہران کی زندگی بڑی خوش وخرم ہوتی ہے مگر حقیقت میں یہی دنیاوی ٹیپ ٹاپ نارجہنم کاسبب اوراخروی زندگی کی تباہی وبربادی کاپیش خیمہ ہے۔حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ فرمان سے ہمیں یہ درس ملتاہے کہ ہمیں رزق حلال تلاش کرناچاہیے اور حرام روزی سے دورونفوررہناچاہیے۔اللہ تعالیٰ ہمیں کسب حلال کی توفیق عطافرمائے اورحرام روزی سے بچائے۔

توکل اورراضی برضائے مولیٰ رہنا:

توکل یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ پرمکمل بھروسہ رکھنااوراللہ تعالیٰ کی رضاپرراضی رہناایک عظیم مومنانہ وصف ہے جس کے فوائد ونتائج دوررس اوردیرپاہیں، بلکہ دنیامیں بے نیازی اورآخرت میں نجات وسرخروئی اسی میں مضمرو پوشیدہ ہے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت طیبہ میں اس کابھی عظیم درس پایاجاتاہے چناںچہ حضرت مغیرہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن سلام سے فرمایا: اگرتم مجھ سے پہلے انتقال کرجاؤتوپیش آنے والے حالات سے مجھے آگاہ کرنا اوراگر میں تم سے پہلے فوت ہوگیاتومیں تمہیں آگاہ کروں گا، چناں چہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال پہلے ہوگیا، ایک روز حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا: اے ابوعبداللہ! کیسے ہیں؟ فرمایا: میں خیریت سے ہوں، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: آپ نے کون ساعمل افضل پایا؟ فرمایا: میں توکل کو بہت عمدہ پایا، ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا: تم توکل کواپنے اوپرلازم کرلو، یہ کتنا عمدہ عمل ہے۔[طبقات ابن سعد، ج:4، ص:246، حافظی بکڈپو]

بخوف طوالت سردست انہیں تین نکات پر اپنی بات سمیٹتا ہوں اوراخیر میں دعاگوہوں کہ مولیٰ تعالیٰ جملہ صحابہ وتابعین، صلحا و اولیائے کاملین بالخصوص حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تربت انورپررحم وکرم کی موسلادھاربارش نازل فرمائے، ان کے درجات روزافزوں بلند فرمائے اورہمیں ان کے نقوش حیات اوراسوۂ حسنہ پرعمل پیراہونے کی توفیق ارزانی نصیب کرے۔ آمین یارب العالمین۔

گوشۂ ادب

شیخ صفی الدین حنفی ردولوی کے نام
حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کے دوگراں قدر مکتوب

طفیل احمد مصباحی

غوث العالم، تارک السلطنت، محبوبِ یزدانی حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس (متوفیٰ: ۸۰۸ ھ) کی تہ دار فکر و شخصیت میں بڑی کشش اور جامعیت پائی جاتی ہے۔ آپ کی ذاتِ گرامی مجمع البحرین کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ اپنے وقت کے جید عالمِ دین، مایۂ ناز فقیہ، ممتاز محدث و مفسر، مرجعِ انام شیخ اور درجنوں خانوادۂ طریقت سے اکتسابِ فیض کرنے والے صوفیِ کامل تھے۔ چودہ سال کی عمر شریف میں مروجہ علوم و فنون میں مہارت و حذاقت حاصل کرنے والے آپ وہ یگانہ روزگار فاضل ہیں جن کے علم کا ڈنکا عراق و ایران اور سمنان و توران میں بجا۔ تذکرہ نگاروں نے آپ کی ولایت و روحانیت کو زیادہ اہمیت دی ہے اور علومِ باطنی میں آپ کی شہنشاہی و سرفرازی کو نمایاں طور پر بیان کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ علومِ ظاہری میں آپ کے مقامِ امتیاز و انفراد کا پہلو دب کر رہ گیا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ آپ بیک وقت علومِ ظاہری و باطنی کے مسلم الثبوت امام تھے۔ حضرت علامہ عبد الرحمٰن چشتی (مصنف مرأۃ الاسرار) اور محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی (مصنف اخبار الاخیار) نے آپ کی علمی جلالت کا اعتراف کیا ہے۔ مصنفِ "بحرِ زخار" شیخ وجیہ الدین اشرف لکھنوی نے ظاہری و باطنی علوم کی آپ کے تبحّر و تفوّق کو ان الفاظ میں اجاگر کیا ہے :

محب و محبوبِ خدا، تارکِ تاج و سریر، کلیدِ فتحِ مہمات کارخانۂ تقدیر، خلاصۂ خاندانِ بشر آیتِ انما، نقاوہ و دودمان متّصف بکریمہ ھل اتیٰ، تفسیرِ ان اللہ علی کل شیئ قدیر، غوثِ اکبر حضرت سلطان میر سید اشرف جہانگیر بن سید ابراہیم .... حق سبحانہ و تعالی نے آپ کو اتنی برکتیں اور سعادتیں عطا فرمائی تھیں کہ اس بات پر سب متفق ہیں کہ سلطان المشائخ نظام الدین احمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ ہی نے ہدایت و مشیخت کی مسند کو زندہ رکھا۔ حقائق و معارف، احادیثِ مصطفویہ اور اقوالِ مرتضوی کے بیان میں اپنے زمانے میں بے نظیر تھے۔ تواجد، سماع، عشق، صفا، بذل، ایثار اور انکسار میں یکتائے عصر تھے۔ آپ کی شان شاہانِ زمانہ کی شان سے بڑھ کر ہے۔ آپ کا کمال کُملانِ کامل کے کمال سے اکمل ہے۔ آپ مہرِ سپہرِ سروری، ماہِ آسمان رہبری، مملکتِ حق الیقین کے صدر نشیں اور عین الیقین کی مملکت کے بادشاہ، اللہ کے علاوہ ہر چیز کو چھوڑنے والے، "لی مع اللہ" فرمانے والے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ سلم کے فرزند، درختِ احسان کے پھل، بلند شان واصلینِ حق کی جماعت کے سردار، حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے علوم کے وارث، حضرت علی مرتضیٰ کے خوارق کے مظہر اور کربلا کے شہیدِ شاہد کے فرزند اور فرزندِ شاہدِ شہید کربلا ہیں۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سمندر کا ایک قطرۂ آب، دین و دنیا کے مہمات کی فتح کرنے کی کنجی، کلام کے بوڑھے لنگڑے گھوڑے کی کیا مجال کہ آپ کی منزل قرب کے میدانِ ناپیدا کنار میں قدم رکھے .... حضرت سید اشرف جہانگیر مادر زاد ولی تھے۔ علم لدُنّی کے دروازے ان پر کھلے ہوئے تھے۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا۔ بارہ سال کی عمر میں تمام علوم سے فراغت حاصل کی۔

(بحرِ زخار مترجم، جلد اول، ص:509، 511، ناشر: جمیع طلبہ و طالبات جامعہ شمس العلوم، گھوسی، ضلع مئو)

اسلامیات کے علاوہ ادبیات میں بھی آپ کا پایۂ عظمت مسلّم و مستحکم ہے۔ ایک بلند پایہ مصنف، مترجمِ قرآن، قادر الکلام شاعر اور عربی و فارسی زبان کے ممتاز ادیب کی حیثیت سے بھی آپ کی ایک منفرد شناخت ہے۔ مقامِ شکر و اطمینان ہے کہ عصری دانش گاہوں سے تعلق رکھنے والے اربابِ علم و تحقیق (ادبا و محققین اور پروفیسر حضرات) بھی اب اس بات کو تسلیم کرنے لگے ہیں کہ حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ اردو کے پہلے مصنف ہیں اور زبان و ادب کے فروغ و استحکام میں دیگر صوفیا و مشائخ کی طرح حضرت مخدوم اشرف نے بھی اہم کردار کیا ہے۔ راقم الحروف کی نظر میں اس قسم کے نصف درجن شواہد موجود ہیں۔ ماضی قریب کے مشہور محقق و ناقد پروفیسر

اختر اورینوی (صدر شعبۂ اردو پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ، بہار) اپنے تحقیقی مضمون "بولیوں کا سنگم" میں لکھتے ہیں :

دہلی اور بہار اسکول میں مماثلت ضرور ہے۔ لیکن ہر دونے ایک دوسرے پر اثر ڈالتے ہوئے انفرادی طور پر ترقی کی ہے اور دونوں اسکول از خود پیدا ہوئے۔ میر حسن کے استاد میر ضیا دہلی سے عظیم آباد چلے آئے۔ اشکی اور جمالی نے خواجہ میر دردؔ سے اصلاحیں لیں، مگر اس کو کیا کیجیے کہ خود میر تقی میرؔ، جعفر عظیم آبادی کے شاگرد تھے۔ راسخ عظیم آبادی اور جوشش عظیم آبادی کی شاعری میرؔ و سوزؔ کی شاعری کا جواب ہے۔ غالبؔ نے بیدلؔ عظیم آبادی کے کلام کو سامنے رکھ کر مشقِ سخن کی۔ موجودہ تحقیقات کی بنا پر تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ امیر خسروؔ اور حضرت خواجہ سید اشرف جہانگیر سمنانی کے بعد دہلی اور صوبۂ متحدہ میں اُردو کو اُس وقت تک فروغ نہ ہوا، جب تک ولی دکنی نے دہلی کے تخیل کو آکر نہ چھیڑا۔

(تحقیق و تنقید، ص:۳۰، ناشر: کتابستان، الہ آباد)

محتاط اندازے کے مطابق حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ نے مختلف دینی و علمی موضوعات پر دو درجن سے زائد کتب و رسائل تحریر کیے۔ آپ کی گراں قدر تصانیف، ملفوظاتِ عالیہ اور مکتوباتِ شریفہ سے آپ کی علمی جلالت اور علومِ دینیہ میں آپ کے رسوخ و مہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔ بالخصوص "لطائفِ اشرفی" اور "مکتوباتِ اشرفی" دو ایسے بیش قیمت علمی و روحانی تصنیف ہے، جس کی سطر سطر سے آپ کی وسعتِ علم اور مہارتِ فن مترشح ہوتی ہے۔ ان دونوں کتابوں کو علوم و معارف کا گنجینہ اور حقائق و دقائق کا خزانہ سمجھنا چاہیے۔ راقم الحروف پوری ذمہ داری کے ساتھ عرض کرتا ہے کہ لطائفِ اشرفی اور مکتوباتِ اشرفی سے مختلف موضوعات پر دو درجن کتب و رسائل وجود میں آسکتے ہیں۔ صوفیائے کرام اور مشائخِ امت کو علمی افلاس کا طعنہ دینے والے بنظرِ انصاف و دیانت ان دو کتابوں کا مطالعہ کریں اور حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کی جلالتِ علمی کی داد دیں۔ آپ کے علمی مقام و مرتبہ کی بلندی اور تصانیفِ عالیہ کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر سید وحید اشرف کچھوچھوی (ایم اے، پی ایچ ڈی) لکھتے ہیں:

حضرت سید اشرف جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے وقت کے بیشتر مروّجہ علوم و فنون میں دستگاہ تھی۔ قرآن مجید، حدیث اور فقہ پر گہری نظر رکھتے تھے۔ علم تصوف میں کامل درک تھا۔ قوتِ حافظہ ایسی تھی کہ ایک سال کی مدت میں ہفت قرأت کے ساتھ قرآن شریف حفظ کر لیا۔ آپ کی تصانیف میں "فتاویٰ اشرفیہ" کا بھی ذکر ملتا ہے۔ ایک طرف اگر آپ کی عملی زندگی ترکِ دنیا کا مفہوم پیش کرتی ہے تو دوسری طرف آپ کا تفقہ یہ بتاتا ہے کہ راہِ طریقت کے رہبر علمِ دین میں کسی سے کم نہیں ہوتے۔ آپ کے ملفوظات، تصانیت اور خطوط آپ کی علمی قابلیت پر شاہد عادل ہیں۔ "لطائفِ اشرفی" خود آپ کی وسعتِ علم اور علمی بصیرت کا پتہ دیتی ہے۔ یہ کتاب تصوفِ اسلامی کی تمام بنیاد بنیادی کتابوں کا نچوڑ ہے۔ اس میں تصوف کے مختلف مسائل کو عالمانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے اور حکایات و واقعات اور مثالوں کے ذریعے ان کی مزید تشریح کی گئی ہے۔ فارسی ادب سے بھی آپ کو گہری دلچسپی تھی۔ لطائفِ اشرفی میں سینکڑوں اشعار مختلف شعرا کے موجود ہیں۔ (حیاتِ سید اشرف جہانگیر سمنانی، ص: 201، مطبوعہ: سرفراز قومی پریس، لکھنؤ)

"لطائفِ اشرفی" کی طرح "مکتوباتِ اشرفی" آپ کے رُشحاتِ فکر و قلم کا وہ خوب صورت اور بیش بہا مجموعہ ہے، جو علوم و معارف، حقائق و دقائق، صوفیانہ احوال و مقامات اور متصوفانہ مسائل و مباحث پر مشتمل ہے۔ آپ نے یہ مکتوبات اپنے تلامذہ و خلفا، مریدین و مسترشدین، امرائے عصر اور سلاطینِ وقت کے نام ارسال کیے ہیں۔ اس مجموعہ میں شامل ہر مکتوب علم و روحانیت کا گراں قدر خزانہ ہے۔ مقامِ افسوس ہے کہ ملفوظات کی طرح آپ کے مکتوبات پر خاطر خواہ کام نہیں ہوا، یہی وجہ ہے کہ آپ کی مکتوب نگاری اور آپ کے بیش بہا خطوط و مکاتیب کا حال لوگوں پر کما حقہ اجاگر نہ ہو سکا۔ چند سال پیشتر پڑوسی ملک پاکستان سے آپ کے مکاتیب کا ترجمہ شائع ہوا ہے، جو خوش آئند اقدام ہے۔ آپ کے مکتوبات کے مطالعہ سے فکر و نظر کی گرہیں کھلتی ہیں اور شعور و بصیرت کا چراغ روشن ہوتا ہے۔ دورِ حاضر کے علما و مشائخ اور اساتذہ و طلبہ کو ان مکتوبات کا ضروری مطالعہ کرنا چاہیے۔ حضرت مخدوم پاک نے اپنے خطوط میں سلوک و تصوف اور معرفت و طریقت کے بہت سارے مخفی گوشوں کا اجاگر کیا ہے اور وہ اسلامی موضوعات جو صوفیائے کرام کے یہاں کافی اہمیت کے حامل ہیں، ان پر شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ آپ کے مکتوبات کی اہمیت و جامعیت پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر سید محمد اشرف جیلانی (پاکستان) لکھتے ہیں :

مکتوباتِ اشرفی، حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کے ان مکتوبات کا مجموعہ ہے جو آپ نے مختلف اوقات میں مریدین و معتقدین اور باشاہانِ وقت کو تحریر فرمائے۔ ان مکتوبات میں آپ نے اللہ عزوجل کی

وحدانیت، الوہیت، نبوت ورسالت، نظریۂ وحدت الوجود، عقائدِ صوفیا، صوفیائے کرام کے مقامات ومراتب، خلفائے راشدین کے مناقب، شیخ سے حسنِ عقیدت، مراتبِ توحید، صوفیا کی صحبت کے اثرات، خواب کی حقیقت، ارادتِ پیر کی شرائط، نمازِ تہجد، شب بیداری کی فضیلت، قبورِ اکابرین کی زیارت کے فوائد، ذکرِ نفی واثبات، ذکر میں استغراق کی کیفیت، راہِ سلوک کی مشکلات، اصطلاحات صوفیا، فرعون کی موت اور اس کے ایمان کا مسئلہ، منصبِ قضا اور اس کے آداب، سلوک کی ترغیب وتحریص، ساداتِ ہندوستان کے نسب کا بیان، اطوارِ ثلاثہ، حدیث قدسی کا ترجمہ و تشریح، رجال الغیب، حضرت خضر علیہ السلام کے احوال، راہ سلوک میں صبر، عشق کے دلائل ومراتب مع چند نکات، توحید ومعرفت کے مراتب، سلاسلِ اربعہ، فقر وغنا، حضرت مولیٰ علی اور اہل بیت، عشرۂ مبشرہ، مشائخِ معمریہ کے تبرکات، اربابِ تصوف کے لطائف اور بزرگانِ دین کے حالات وواقعات بیان فرمائے ہیں۔ آپ نے بادشاہانِ وقت کو جو خطوط لکھے ہیں، ان میں انہیں عدل وانصاف سے حکومت کرنے اور شریعت و سنت کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے۔ سلاطین کو نصیحتیں کیں اور انہیں استحکامِ سلطنت کے طریقے بتائے۔ آپ کے یہ خطوط عصرِ حاضر کے سلاطین اور اربابِ اقتدار کے لیے آج بھی مشعلِ راہ ہیں اور طالبانِ راہِ سلوک ومشائخینِ طریقت کے لیے رہنما کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چشمِ بینا سے دیکھا جائے تو ہر مکتوب اپنے اندر علم ومعرفت و روحانیت کا ایک سمندر لیے ہوئے ہے۔ (سید اشرف جہانگیر سمنانی کی دینی، علمی اور روحانی خدمات کا تحقیقی جائزہ، ص:189، ناشر:کلیہ معارف اسلامیہ جامعہ کراچی، پاکستان)

ثانیِ بوحنیفہ حضرت شیخ صفی الدین حنفی ردولوی:

حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کے نامور خلفا میں علمی لحاظ سے ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی اور ثانیِ بوحنیفہ حضرت شیخ صفی الدین حنفی ردولوی علیہما الرحمہ نہایت بلند اور ممتاز مقام کے حامل گذرے ہیں۔ شیخ صفی الدین ردولوی، قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے سگے نواسے اور سلسلہ چشتیہ صابریہ کے نامور بزرگ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی کے سگے دادا تھے۔ شیخ صفی الدین مروجہ علوم وفنون میں اجتہادی بصیرت کے مالک تھے۔ لطائفِ اشرفی اور مرأۃ الاسرار کے بیان کے مطابق خود حضور مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی نے اپنے اس لائق وفائق مرید وخلیفہ کی علمی لیاقت اور فنی بصیرت کا اعتراف کیا ہے۔ درسِ نظامی کی متعدد کتابوں کے شروح وحواشی آپ نے تحریر کیے ہیں۔ "الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند" میں علم نحو میں "غایۃ التحقیق" نامی آپ کی کتاب کا ذکر موجود ہے۔ مولانا ابو الحسین عرف حسین علی چشتی صابری نے "انوار الصفی" میں آپ کے علمی وتدریسی احوال ان الفاظ میں بیان کیے ہیں:

حضرت شیخ مخدوم صفی الدین ردولوی رحمۃ اللہ علیہ ظاہری علوم حاصل کرنے کے بعد تدریس کے مشاغل میں مصروف ہوئے۔ آپ کی علمی عظمت کا شہرہ سن کر بیشمار طلبہ جمع ہوگئے۔ آپ کے علم وفضل کی آواز چار دانگ عالم میں پھیل گئی۔ دور دراز شہروں اور ملکوں سے طالب علم جوق در جوق آپ کے پاس چلے آئے اور تھوڑی مدت میں علم وعرفان میں کمال حاصل کر کے اپنے شہروں اور ملکوں کی طرف لوٹ گئے اور اپنے اپنے علاقوں میں علم وعرفان کی شمع روشن کی۔ مرأۃ الاسرار کے مصنف لکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم شیخ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ امام ہمام حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں، لیکن باعتبارِ علم وفضل، زہد وتقویٰ اور کمالاتِ معنوی "ثانی ابو حنیفہ" کے نام سے موسوم تھے۔ آپ نے درس وتدریس کے زمانے میں بہت سی عربی وفارسی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ فقہ اور اصول فقہ کے متون اور معتبر کتابوں کی شرحیں لکھیں۔ مثلاً: دستور المبتدی، حلِّ ترکیب کافیہ، شرحِ کافیہ جو "شرحِ صفی" کے نام سے موسوم ہے اور "غایۃ التحقیق" وغیرہ۔ صاحبِ لطائفِ اشرفی فرماتے ہیں کہ بارہا حضرت سلطان الاتقیا، برہان الاصفیا اور قدوۃ الکبریٰ مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے بلادِ ہند میں ایک شخص کو نادر علوم وفنون اور عجائب احوال کا پیکر پایا ہے، وہ میرے بھائی صفی الدین حنفی علیہ الرحمہ ہیں۔ الغرض موصوف علم وفضل اور زہد وتقویٰ کے احوال میں دُرِّ یکتا اور یگانۂ روزگار تھے۔ (انوار الصفی فی اظہار اسرار الجلی و الخفی، ص:19، 20، ناشر: شعبۂ نشر واشاعت جامعہ چشتیہ خانقاہ حضور شیخ العالم، ردولی شریف، فیض آباد)

حضور مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ سے آپ کے مرید ہونے کا واقعہ بھی بڑا دلچسپ ہے۔ چنانچہ شیخ محمد اکرم قدوسی (مصنف اقتباس الانوار) لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہ کے جدِّ امجد حضرت مخدوم شیخ صفی الدین حنفی (اشرفی) ردولوی تھے، جو حضرت شیخ اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کے اکابر خلفا میں سے تھے۔ اگرچہ شیخ صفی الدین امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کی اولاد میں سے تھے، لیکن علم وثقاہت اور کمالات معنوی کے اعتبار سے آپ "ابو حنیفہ ثانی"

تھے۔ چنانچہ آپ کے کمالات کا مشاہدہ آپ کی تصانیف میں کیا جاسکتا ہے۔ حضرت میر سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ "ملک ہندوستان میں اگر میں نے کسی کو فنونِ غرائب اور فنونِ عجائب سے مزیّن دیکھا ہے تو وہ برادرم شیخ صفی الدین حنفی ہیں۔ حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ سے آپ کے مرید ہونے کا واقعہ یہ ہے کہ ایک رات حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کی ایک کتاب کو دیکھ کر فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ تم نے بہت ورق سیاہ کیے ہیں، اب ورق سفید کرنے کا وقت آگیا ہے۔ جاؤ اور صحیفۂ دل کو انوار جاوید سے روشن کرو۔ اس بات نے آپ کے دل میں گھر کرلیا اور ایسی حالت طاری ہوئی کہ بے اختیار ہوکر بیعت کی درخواست کی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: میں تجھے بشارت دیتا ہوں کہ ایک ایسا جوان مرد کہ جس کے انوارِ ولایت اور آثارِ ہدایت سے سارا جہاں پُر (منوّر) ہے، آج کل تمھارے اسی قصبہ (ردولی) میں آنے والا ہے۔ چنانچہ چند ایام میں میر سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ قصبہ ردولی میں تشریف لائے اور جامع مسجد میں قیام فرمایا۔ حضرت شیخ صفی الدین جو اس سعادت کے منتظر تھے، حاضرِ خدمت ہوئے۔ ان کو دیکھ کر حضرت شیخ مخدوم اشرف نے فرمایا: برادر صفی الدین! تم صفائے قلب لائے ہو، اب آؤ اور نعمت حاصل کرو۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب حق تعالیٰ کسی کو اپنے قرب سے سرفراز فرمانا چاہتا ہے تو حضرت خضر علیہ السلام کے ذریعے اس کو اشارہ کردیتا ہے۔ یہ بات سن کر حضرت شیخ صفی الدین کے دل میں ان کے متعلق اعتقاد اور بھی زیادہ قوی ہوگیا اور اسی وقت مرید ہوگئے۔ حضرت شیخ (مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی) نے تھوڑی مصری اٹھا کر ان کے منہ میں ڈالی اور فرمایا: نور الانوار (باطنی فیض) کا حصول مبارک ہو۔ میں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی ہے کہ تمھاری اولاد سے علم نہ جائے۔ حضرت شیخ مخدوم اشرف نے ان کی تکمیل و تربیت کے لیے چالیس دن وہاں قیام فرمایا۔ اس سے ان کو حضرت شیخ کے سامنے ایک چلّہ کرنے کا موقع بھی مل گیا۔ اس دوران آپ نے ان کو سلوک الی اللہ کے حقائق و معارف سے بھی آگاہ فرمایا اور آخر میں خرقۂ خلافت سے مشرف فرما کر دولت ازلی و ابدی سے مالا مال کیا۔ اس وقت حضرت شیخ صفی الدین کے فرزند شیخ اسماعیل کی عمر چالیس دن تھی۔ شیخ صفی الدین نے بچے کو اٹھا کر حضرت شیخ اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا: میں نے اس کو بھی قبول کیا اور یہ ہمارا مرید ہے۔ اس کے بعد حضرت شیخ اشرف جہانگیر سمنانی، حضرت شیخ صفی الدین کو ردولی شریف میں مسند خلافت پر بٹھا کر اودھ تشریف لے گئے۔ غرض کہ حضرت شیخ صفی الدین قدس سرہ بڑے باکمال بزرگ تھے۔ اپنے بیٹے حضرت شیخ اسماعیل کو مسندِ خلافت پر متمکن کرکے عالمِ بقا کی طرف رحلت کرگئے اور قصبہ ردولی میں دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

(اقتباس الانوار، ص:604، 605، ناشر: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور)

"بحر زخار" سے بھی مذکورہ اقتباس کی تائید ہوتی ہے۔ شیخ وجیہ الدین اشرف لکھنوی لکھتے ہیں: واقفِ اسرار خفی و جلی، حضرت شیخ صفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ، ردولی میں سکونت اختیار کی تھی۔ احسن القصص میں لکھا ہے کہ امام اعظم کی نسل سے تھے، نیز حضرت سید سلطان اشرف جہانگیر کے خلیفہ ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کو بشارت دی تھی کہ ایک سید ایسے ایسے انوار و تجلیات کے ساتھ آنے والے ہیں، ان سے بیعت ہوجانا۔ چند دنوں کے بعد میر سید اشرف جہانگیر قصبہ ردولی میں تشریف لائے، شیخ صفی تو اس سعادت کے منتظر ہی تھے، خدمت میں حاضر ہوکر بیعت سے مشرف ہوئے۔ (بحر زخار، 528/1)

مکتوب نگار اور مکتوب الیہ کے مختصر تعارف کے بعد ذیل میں حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کے وہ دوگراں مکتوب پیش کیے جاتے ہیں جو انھوں نے اپنے وقت کے دقاق عالم، متبحّر فاضل اور اپنے نامور مرید و خلیفہ حضرت شیخ صفی الدین حنفی ردولوی علیہ الرحمہ کو تحریر فرمایا تھا۔ یہ دونوں مکتوب خالص اصلاحی اور دعوتی نوعیت کے ہیں۔ شیخ صفی الدین ردولوی کے سوانح نگار حضرت مولانا ابو الحسین عرف حسین علی چشتی صابری (مرید و خلیفہ مولانا شیخ عبد الرحمٰن لکھنوی) نے یہ دونوں مکتوب اپنی کتاب "انوار الصّفی فی اظہار اسرار الجلی والخفی" میں نقل فرمایا ہے، جس میں توحید، وحدۃ الوجود، وقت پر اوراد و وظائف کی پابندی، وظائف ترک نہ کرنے اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی تاکید اور بزرگانِ دین کے آثار و تبرکات سے فیوض باطنی حاصل کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ صوفیائے کرام، بزرگانِ دین اور مشائخِ امت کی زبانِ فیض ترجمان اور ان کے قلمِ اعجاز رقم سے ادا ہونے والا ایک ایک جملہ اصلاح و ہدایت اور دلوں کی دنیا فتح کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ایک علمی تحفہ اور روحانی تبرک سمجھ کر آپ حضرات ان دونوں مکتوب کا مطالعہ فرمائیں اور بزرگانِ دین کے آثار طیبات اور باقیاتِ صالحات کی تجلیوں سے اپنے اذہان و قلوب کو منور و مجلّٰی فرمائیں۔

مکتوبِ اوّل: حضرت شیخ صفی الدین (ردولوی) علیہ الرحمہ کو

مرید کرنے کے بعد حضرت قدوۃ الکبریٰ علیہ الرحمہ (مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی) نے چند روز ردولی میں قیام فرمایا اور حضرت شیخ صفی الدین علیہ الرحمہ کو اپنے خلیفہ مولانا شیخ سماء الدین علیہ الرحمہ کے گھر چلّہ کے لیے بٹھایا۔ اربعین (چلّہ) کے پورے ہونے کے بعد حضرت قدوۃ الکبریٰ کچھوچھہ تشریف لے گئے۔ وہاں سے ایک مکتوب بنام حضرت صفی الدین علیہ الرحمہ لکھ کر ارسال فرمایا۔ مکتوب یہ ہے:

"اے بھائی! ہم نشینوں میں عزیز تر اور احباب میں یکتا مولانا صفی الدین، اللہ تعالیٰ موصوف کو اوصاف الٰہیہ اور کمالات سے نوازے۔ مشتاقوں جیسی دعا اور مخصوص لوگوں جیسی صفا اشرف درویش کی طرف سے قبول فرمائیں۔ کسی قدر مبارک دولت ہے وہ جو کسی کو علوم شرعیہ حاصل کرنے کے بعد راہ الٰہی میں سلوک کی تمنا دامن گیر ہوا۔ کس قدر بلند مرتبہ ہے وہ شخص جسے ظاہری علوم حاصل کرنے کے بعد درگاہ نامتناہی کی سیر کا سودا دماغ میں سما جائے۔ ایسے معصومانہ، علوم عربیہ کے مدرسہ سے تشنہ کمالات کے درس لینا، علومِ عجیبہ کے کھیتوں سے نقدِ ثمرات حاصل کرنا، معلومات کے صحیفوں کے مطالعہ سے مراد اور موجودات کے غریب و نادر مشاہدہ سے اور ان لامتناہی مقامات کی تعلیم و تدریس سے بارگاہ الٰہی میں رسائی ہو جائے تو (ایسا شخص دینی نقطۂ نظر سے) بادشاہ ہے۔

اے برادر گر کسے در راہ فضل
شد امام و مقتدائے روزگار
گر نباشد در سرش سودائے دوست
سود ازیں نہ باشد روزگار

اے بھائی! اگر کوئی شخص فضیلت کے لحاظ سے زمانہ میں امام و رہنما بن جائے اور اس کے سر میں محبوب کی محبت کا سودا نہیں ہے تو اسے زمانے کی تجارت کا فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

اگر کسی شخص نے سات سمندروں میں شناوری و تیراکی کی ہے، لیکن اس کے ہاتھ میں گوہر نہیں آیا تو کیا فائدہ! اگر کسی شخص نے صحرائے مثلث (جزیرہ نما عرب) کی جادہ پیمائی کی ہے، لیکن کعبہ شریف تک رہنمائی نہیں ہوئی تو اس نے کیا پایا؟ اے برادر! ایک دفعہ "سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ" کے آئینہ میں اپنے احوال کے رخسار کا معائنہ کر تاکہ تجھے اصل رخسار نظر آئے۔ اور "وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ" کے حجلۂ معیت کی عروس کا نظارہ کر تاکہ وہ تجھے منظرِ عروسی کا جلوہ دکھائے۔

بیا از صیقل تعریف مرآست
یکے از رندۂ توحید بزدای
برآید تا خیال دوست دروی
فرو گیرد جمالش تا سر و پای

آ، اپنے معرفت کے آئینہ کو صیقل کر توحید کے رندہ سے ایک دفعہ ضرب لگا۔ تب اس میں خیالِ دوست آئے گا اور اس کا جمال تیرے وجود کو گھیر لے گا۔

مقررِ اصحابِ ولایت اور مصورِ اربابِ ہدایت اس طرح بتاتے ہیں کہ ترکِ دنیا اور تجرید سالک کے ابتدائی حال میں عروسِ حجلۂ روزگار کے جلوہ کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اسی طرح تفرید سالک کے ابتدائی حال میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے آفتابوں تک رسائی کا ذریعہ ہے۔ سالک جب تک یہ شرط پوری نہیں کرے گا، وہ رنگ خلافت کی راہ میں قدم نہ رکھ سکے گا۔ جب تک علم کو اپنے سر تا پا سے مربوط نہیں کرے گا، تجھ کو رنگ و خیال و لقا رنگین نہیں کرے گا۔

نظم:

قدم نہ بر سر ہستی کہ ایں پایۂ ادنیٰ
ورائی ایں مکاں جائے ست عالی جائی تست آنجا
رہا کن جنس ہستی را بترک خود فروشی کن
کہ در بازار دیں خواہند زو بریت ایں کالا
منطق الطیر طاؤسی ملک زیست می گوید
تو وقتے سرّ آں دانی کہ خوانی باز عنقا
عروسِ نَحْنُ أَقْرَبُ را یکے در حجلۂ صورت
بییں تا جلوۂ معنی چہ صورت می کند پیدا
جمالِ و هو معکم را بہر رخسارۂ صورت
اگر چشم خدا بینی تو داری بنگری معنیٰ

ترجمہ: اپنی ہستی (دنیاوی زندگی) کے سر پر قدم رکھ۔ یہ معمولی قسم کا سامان ہے کہ اس مکان سے پرے بلند و عالی مقام بھی ہے اور وہی تیری قیام گاہ ہے۔ ترکِ ہستی سے جنسِ ہستی کو چھوڑ اور خود فروشی کر کہ دین کے بازار میں اس کے سر پر خاشاک ڈالیں گے۔ منطق الطیر طاؤسی ملک اشارہ ہے، کہتا ہے کہ تجھے اس سر کے جاننے کے لیے باز عنقا کی طرح چاہیے۔ نَحْنُ أَقْرَبُ کی عروس کو ایک دفعہ حجلۂ صورت میں دیکھ تاکہ حقیقت کا جلوہ کسی صورت میں ظاہر ہو۔ وَهُوَ مَعَكُمْ کا جمال ہر رخسارے کی صورت میں، اگر اللہ تعالیٰ کو دیکھنے

کے لائق آنکھ بنائے گا تو پھر حقیقت کا جلوہ دیکھے گا۔

پہلی بار اس بھائی صاحب سے قصبہ ردولی میں ملاقات ہوئی تھی۔ معارف کا استفادہ کیا اور تھوڑا سا کتاب المعارف سے فیضیاب ہوئے۔ جذبۂ باطنی و شوقِ روحانی اس نادر الوجود کا حد سے بڑھ گیا ہے اور جسمانی رابطہ اس کمیاب بھائی سے بہت دامن گیر ہے۔ مناسب یہ ہے کہ چند روز دیگر بھی ہم نشینی و صحبت واقع ہو جائے تو مطلوبِ کلی میسر آئے گا اور مقصودِ اصلی پر مخصوص گفتگو ہو سکے گی۔

بہ توفیقِ دارائے دور زماں
کہ تقدیر کرد از عنایت خدا کے
اگر رو نماید ترا صحبتے
مواعید تعریف آرم بجائے

اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے زمانے کو چلانے والے فرشتے نے مقدر کر دیا تو تیری صحبت نصیب ہوگی اور میں آپ کو معرفت وعرفان کے مواعید و مطالب بجالاؤں گا۔ خصوصاً ان متبرک ایام یعنی ماہِ صیام میں صوفی بھائیوں کی محبت کا جذبہ و شوق زیادہ ہو گیا ہے۔ اگر اتفاق سے ان علاقوں کا سفر رو پذیر ہوا تو احتمال ہے کہ معزز بھائی سماء الدین کو خاص ہم نشینی اور مخلصانہ ملاقات میں ساتھ رکھیں گے اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر درویشوں کے بعض اسرار اور کشف کے اسرار سامنے لائیں گے جو فائدہ سے خالی نہ ہوں گے۔ کچھ ایک دوسرے سے جستجو اور کچھ گفتگو ایک دوسرے کے سامنے لائیں گے تو بہتر ہوگا۔ سلوک کے بارے میں سوال و جواب اور گہرے انکشافات رونما ہوں گے، یہ خوش تر ہوگا۔

زہے دولت کہ در یارانِ محرم
بہم باشد ز عرفاں جستجوئی
در اسرار ولایت خوشتر آنست
کہ با یک دیگر آمد گفت گوئی

(اچھی دولت وہ ہے جو محرمِ راز دوستوں کے ساتھ ہو اور اس سے عرفان کی جستجو ہو۔ اسرار ولایت میں وہ چیزیں خوشتر ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ زیرِ گفتگو آئی)

وہ مقام جہاں ولیوں نے عمریں گزاری ہیں، وہاں ان کے پورے اثرات و مقاصد موجود ہیں اور اربابِ نہایت نے ان کو بہم دیگر سراہا ہے اور یہی اصلی قدر دانی ہے۔ **رباعی:**

اگر اصحاب عرفاں را زمانی
بہم صحبت فتد در خوش تریں جائے
امام سجدہ گاہ خویش سازد
کہ صاحب دولتی سود است پائے

(اگر اصحابِ عرفان سے کچھ وقت ہم نشینی کیا تو خوب ہے وہ خوشگوار مقام، زمانہ اس جگہ کو سجدہ گاہ بناتا ہے۔ کیوں کہ صاحبِ دولت کو ان کے قدم سے فائدہ ہے)۔

مناسب ہے کہ کبھی کبھی دریائے توحید کے موتی اور تفرید کے معادن کے گوہر حضرت خواجہ گنج شکر فرید رحمۃ اللہ علیہ کے حجرۂ مبارک اور نورانی محل میں جا کر راز دارانہ ہم نشینی حاصل کریں اور ایک دوسرے کے ساتھ دوستانہ ماحول میں گفتگو کریں کہ وہ جگہ فیض سے آباد ہے اور عنایاتِ الٰہی کی توجہ کا مرکز ہے اور انوارِ لامتناہی کے نزول کی جگہ ہے۔ ہرگز ہرگز اس دولت کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ حضرت شیخ داؤد رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت اور ان کے مقبرہ کا طواف کرنے سے کبھی کبھی بہرہ ور ہوا کریں جو قریب ہے۔ وہاں دو دولت کدے ہیں۔ ایک حضرت داؤد کا مقبرہ جہاں فیوضاتِ الٰہی کے آثار، اطوار اور ارادات لامتناہی زیادہ سے زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں۔ دوسرا دولت کدہ حضرت گنج شکر کی مسجد جو روضۂ مبارک کے پہلو میں ہے جہاں آپ تشریف فرما ہوتے تھے۔

ہر کجا روی گیتی پائی مرد
افتادہ کعبہ آباد شد
گر تو آں کعبہ نیاری طوف کرد
طوف ایں کعبہ کن کز ادا شد

جہاں جہاں روئے زمین پر اللہ کے بندوں کے قدم ثبت ہوئے ہیں، وہاں کعبہ آباد ہو گیا ہے۔ اگر تو اس اصلی کعبہ تک رسائی نہیں رکھتا تو اس کعبہ کا طواف کر، اس سے تیرا فرض ادا ہو جائے گا۔

حضرت شیخ صلاح الدین عرف شیخ سیاح سہروردی علیہ الرحمہ کا مقبرہ اور شیخ صلاح صوفی علیہ الرحمہ اور دوسرے شہدا کے مقبرے جو قصبہ ردولی کے قرب و جوار میں واقع ہیں، ان کا بھی طواف کرنا چاہیے۔ ان سے روحانی فیض نصیب ہوگا۔ مروی ہے کہ جب حضرت ابو سعید ابو الخیر کو روحانی فیض نصیب ہوا تو وہ حضرت پیر ابو الفضل کے مزار مبارک اور نورانی مرقد شریف پر گئے، محض طوافِ قبر شریف کرنے سے فیض دوگنا ہو گیا اور اس فقیر کو بھی اس عمل سے فائدہ ہوا ہے۔ جس قدر بھی ہو اوقاتِ شریفہ اور لطیف ساعتیں اصول و قواعد سے فائدہ حاصل کرنے میں گزاریں اور اوقاتِ طریقت اور باکردار زندگی متبرک اور برکت والے احباب کے مطابق ڈھالیں کہ صبح و شام اور دن رات کے اوراد کو لازم قرار دیں۔ وہ اذکار و مشاغل اور مراقبۂ مبارک جو بتائے

گئے ہیں، ان کو عملی طور دائمی طریق پر انجام دیں کہ یہ اکابرینِ مشائخ چشتیہ کا معمول ہے اور مآثرینِ بہشتیہ سے منقول چلا آیا ہے۔ تجربہ میں آیا ہے کہ اس سے جلدی فائدہ ہوتا ہے اور جلدی قرار آتا ہے اور دائمی حیات ملتی ہے۔ چنانچہ یہ حقیقت خود معائنہ کریں گے۔ **ابیات:**

ہر کہ اینہا دور راہ طلب
راہ باید رفت ہر دم ز التزام
ہر کہ بنہاد از سر اخلاص پای
در رہ ذکر خدائے خاص و عام
دولت مذکور خواید یافت او
ز التزام شکر ذاکر شاد کام
بہتر از اذکار روز و شب بود
از ہمہ اذکار ذکر صبح و شام

ترجمہ: جو شخص اس دور دراز راہ (سلوک و معرفت) کو طلب کرنا چاہتا ہے، اسے ہر دم و ہر آن لزوم و دوام پر گامزن رہنا چاہیے۔ جو شخص اخلاص کے طریقے پر قدم زن ہے، اللہ تعالیٰ کے ذکر کے طریقے کو ہر خاص و عام جاری رکھے، تب وہ مذکورہ دولت پائے گا۔ وہی شخص کامیاب ہوگا جو دوام کے ساتھ شکر و ذکر کی راہ پر خوش رہے گا۔ رات اور دن کے اذکار میں بہترین اذکار صبح و شام کے ذکر ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ملاقات کے وقت دوسرے معاملات زیرِ بحث آئیں گے۔ الصلوٰۃ و السلام علی النبي و آله الامجاد.

(انوار الصفی فی اظہار اسرار الجلی والخفی، ص:25 تا 31، ناشر: شعبۂ نشر و اشاعت جامعہ چشتیہ خانقاہ حضور شیخ العالم علیہ الرحمہ، ردولی شریف، ضلع فیض آباد)

مکتوبِ دوم: بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ

اِی باد! گر بہ گلشنِ احباب بگذری
تو زنہار عرضہ دہ بر جاناں پیغام ما

اے بادِ صبا! اگر تیرا گلشن احباب پر گزر ہو تو ہمارا پیغامِ محبت لازماً احباب (محبوب) تک پہنچا دے۔

ثنا ہے اللہ تعالیٰ کے لیے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کے لیے حمد و ثنا ہے دنیا و آخرت میں اور اسی کے لیے حاکمیت ہے اور اسی کی طرف تم لوٹنے والے ہو۔ صلوٰۃ دائمی، ابدی اور ازلی جو پہنچنے والی ہے عارفین کے اعلیٰ درجات والوں کو جو مالک و صاحبِ قدر کریم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صدق کی قیام گاہ میں موجود ہیں۔

برادرِ دین، یقین کے پیکر، کونین کے نور، فوقیت رکھنے والوں میں عزیز تر اور اہل اللہ کے رہبر صفی الدین، اللہ تعالیٰ آپ کے قلب کو اپنی معرفت کے انواع و اقسام سے منوّر کرے۔ فقیر اشرف کی طرف سے دردمندانہ سلام اور محرم راز والا پیغام قبول فرماؤ۔ اے بھائی! جب شہر میں آؤ، سب سے پہلے اکابرینِ شہر جو اعلیٰ مراتب کے حامل ہیں، ان کی پابوسی کا شرف حاصل کیا کرو۔ اس کے بعد اکابرین کے قبور کی زیارت کرو۔ اگر تیرے شہر میں کوئی قبر ہے تو پہلے اس کی زیارت کرو، اگر نہیں تو پھر اکابرین کی زیارت کرو۔ ضروری ہے کہ وہ مرد ہوں۔ محبت و دلبری کی خصلت کو اپنا وطیرہ بناؤ اور نامحرموں کی جستجو شرم و ننگ کے اسرار کو پیدا کرتی ہے۔

ز اقتضائی گردشِ گردوں دوں
سروراں را آمدہ است سرہا بپائے
رو مگرداں از جفا و جور دوست
دوستاں بر سر برند جور و جفات

آسمان کم ظرف کی گردش کے تقاضے سے بڑے بڑے سرداروں کو سر کے بل آنا پڑا ہے۔ تو مخلص دوست کے ظلم و بے وفائی سے نفرت نہ کر۔ مخلص دوست تیرے ظلم و بے وفائی کو سر آنکھوں پر رکھتے ہیں۔ اے بھائی! رات دن ذکر کے طریقے نہ چھوڑ۔ ھو المقصود کے دھیان سے اور ھو الموجود کے معائنے سے منہ نہ موڑ۔ میدانِ ارادت میں ”لا موجود الا اللہ“ اور آوارۂ صحرا میں ”لا معبود الا اللہ“ کا اسپِ ہمت اتنا دوڑاؤ کہ گرد اٹھنے لگے۔

چناں تازد ز دیں رہ بتر انجام
کہ گرد از اسپ و از میدان بر آید
سوار و اسپ و میداں را بہم زن
کہ گرد از موکب سلطان بر آید

بدانجام راہ رو دین سے ایسے بھاگتا ہے کہ غبار گھوڑے اور میدان سے اُٹھتا ہے۔ سوار، گھوڑا اور میدان کو ایک دوسرے سے اس طرح مار کہ غبار بادشاہ کے لشکر سے اُٹھنے لگے۔ بھائیوں اور وفادار دوستوں کی ہم نشینی کلی طور پر فائدہ مند ہے۔ دانش وروں نے اسے اصلی سرمایہ قرار دیا ہے۔ اس کے برعکس فرمانِ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ و السلام ہے کہ ”الشَّیْطَانُ مَعَ الْوَاحِدِ“ شیطان اکیلے کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی: **کُونُوا مَعَ الصَّادِقِینَ** صادق شعار لوگوں کی معیت اختیار کرو۔ (انوار الصفی فی اظہار اسرار الجلی والخفی، ص:37، 38، ناشر شعبۂ نشر و اشاعت جامعہ چشتیہ خانقاہ حضور شیخ العالم، ردولی شریف) ▪▪▪

نقد ونظر

ملفوظات غریب نواز کا تحقیقی جائزہ

ایک غلام کا عقیدت مندانہ مطالعہ

از: مبارک حسین مصباحی

اس وقت ہمارے سامنے ”ملفوظات غریب نواز کا تحقیقی جائزہ“ ہے۔ اس کے مولف ہیں فاضل ومحقق حضرت حافظ و قاری مفتی محمد منظر مصطفیٰ ناز صدیقی اشرفی دام ظلہ العالی۔ موصوف قرآن عظیم، تفاسیر اور احادیث پر بڑی حد تک گہری نگاہ رکھنے والے عربی استاذ اور فتویٰ نویس ہیں، آپ کے تلامذہ اور مستفیدین کی تعداد بھی قابل ذکر ہے۔ آپ نے اپنے ملک کی متعدّد درس گاہوں اور کچھ عرصہ ساؤتھ افریقہ ماریشش میں تدریسی، فتویٰ نویسی اور دعوتی خدمات انجام دیں، ان علاقوں میں دور دور تک آپ کے اثرات آج بھی قائم اور تازہ ہیں۔ ان درس گاہوں کو چھوڑنے کے بعد بھی اہل محبت اور ضرورت مند حضرات آپ کی رہنمائی کے محتاج نظر آتے ہیں۔ انسان کی مقبولیت میں اس کے علم کے ساتھ اخلاق اور دیانت داری کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ موصوف بلند پایہ عالم ربانی ہیں، نامور مفتی اور مؤثر داعی ہیں، آپ فطری طور پر انتہائی ملنسار، متواضع اور منکسر المزاج ہیں، عوام و خواص سے مل جل کر رہنے کا مزاج رکھتے ہیں۔ ماشاء اللہ آپ اچھے خطیب اور مصلح اہل سنت بھی ہیں۔ دور دور تک پروگراموں میں مدعو کیے جاتے ہیں آپ کے خطابات حقائق کی روشنی میں مدلل ہوتے ہیں۔ محقق اور مفتی ہیں اس لیے ہر دعویٰ شریعت کے دائرے میں فرماتے ہیں۔ آپ کے خطابات میں اصلاحی پہلو پورے طور پر روشن ہوتا ہے۔ ہر بات اپنے موثر لہجے میں ارشاد فرماتے ہیں۔ آپ کی انفرادی خصوصیت یہ ہے کہ تقریباً ہر بات اپنے سامعین کے فکر و مزاج اور وسعت علمی کے مطابق پیش کرتے ہیں۔ ہر دور میں بلاغت اسی کا نام رہا ہے، اس رخ سے بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوب نوازا ہے۔

موصوف اپنے علم و عمل اور فکر و فن میں اپنے ہم عمر معاصرین میں ممتاز اور قابل رشک ہیں۔ آپ ایک ذمہ دار قلم کار ہیں، متعدّد موضوعات پر آپ کی چھوٹی بڑی متعدّد کتابیں منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔ چند کتابیں حسب ذیل ہیں:

(1)- سید الاولیا حضرت سید احمد کبیر رفاعی کے ملفوظات
(2)- شانِ علی قرآن وحدیث کی روشنی میں
(3)- کونڈوں کی نیاز کا شرعی حکم
(4)- آیتیں بولتی ہیں
(5)- مکتوبات خواجہ غریب نواز

وغیرہ قلمی سرمایہ قابلِ ذکر اور لائقِ استفادہ ہے۔

آپ کی نگارشات کی انفرادیت یہ ہے کہ ہر دعوے پر دلائل کے انبار لگا دیتے ہیں، زبان وبیان آسان اور شیریں ہے، عام طور پر آپ کی باتیں قارئین کے ذہنوں میں اتر جاتی ہیں۔ آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ ہر سفر کو اور ہر مجلس کو بامقصد بنا لیتے ہیں، وقت ضائع نہیں فرماتے بلکہ اپنے اکابر اور معاصرین کی باتوں کی تہ تک پہنچنے کی کاوش فرماتے ہیں۔ آپ اپنے اکابر کے ارشادات کو بڑی حد تک قلم بند فرما

لیتے ہیں۔ آپ سرکار غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کے دربار میں بھی حاضری کی سعادت حاصل کر چکے ہیں ،وہاں درگاہوں اور تاریخی مقامات کے زیارتیں فرمائیں آپ کے استاذ گرامی حضرت مولانا مفتی محمد نورالحق نوری دامت برکاتہم العالیہ تحریر فرماتے ہیں:

”بغداد شریف میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مسجد کے شاہی امام صاحب جو وہاں کے مفتی بھی ہیں ان سے ایسے ملے کہ انہیں کے ہو کر رہ گئے ۔ اسی طرح حضرت سیدنا شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے آستانہ کے خادم اور سیدنا امام غزالی علیہ الرحمہ کے اہل خاندان سے شناسائی حاصل کرلی۔حضرت سیدنا بشر حافی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے آستانے کے قریب جو مسجد ہے ماشاء اللہ وہاں کے امام صاحب کا کیا کہنا، بڑی پر نور شخصیت کے مالک ہیں ان سے بھی قربت حاصل کرلی۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہمیشہ یوں ہی فیضانِ اولیا ئے کرام سے مالامال فرمائے۔“(ص:16)

ملفوظات، بزرگان دین کی مجلسی گفتگو کے نتائج ہوتے ہیں۔ ان روحانی نشست گاہوں میں ایک سے ایک سالکان طریقت ہوتے ہیں اور بعض خدمت گزار بھی۔ چند سامعین و حاضرین اپنی اپنی یاد داشتوں کے مطابق ملفوظات نقل کرتے ہیں۔ اگر ایک ہی ملفوظ کو متعدّد افراد نے نقل کیا تو ان میں معنیٰ و مراد کی یکسانیت کے ساتھ الفاظ کی تعبیر میں قدرے فرق ہوجاتا ہے۔ اسی کے ساتھ جو مکتوبات مشائخ ہوتے ہیں ان کو یا تو مشائخ اپنے قلم سے نوٹ فرماتے ہیں یا بول کر اپنے کسی معتمد سے املا کراتے ہیں ۔ بہر صورت ملفوظات ہوں یا مکتوبات دونوں کی علمی اور روحانی اہمیت مسلم ہے۔ مشائخ جتنے بڑے ہوتے ہیں اتنے ہی بڑے علم و عمل کے پیکر ہوتے ہیں، ہر روحانی شخصیت کا کسی درس گاہ میں پڑھنا ضروری نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے انھیں علم لدنی عطا فرما دیتا ہے ۔ کتنے ہی مشائخ کے سچے واقعات ہیں کہ بہ ظاہر قرآن عظیم کی تلاوت تجوید کے مطابق نہیں کرپاتے، علم ظاہر کے ماہر علما نے ان کی ادائیگی پر اعتراضات کیے مگر جب روحانیت کے حیرت انگیز کارنامے سامنے آئے تو علما کے سر ان اولیائے کرام کے قدموں میں پڑے تھے اور ظاہری علوم کی دستاریں اٹھا کر اولیا و مشائخ کی دہلیزوں پر جبیں سائی کرتے نظر آئے۔

آپ نے ”خواجہ غریب نواز کے ملفوظات کا تحقیقی جائزہ“ کے عنوان سے 368 صفحات کی علمی اور روحانی دستاویز مرتب فرمائی ہے، واقعہ یہ ہے کہ آپ نے بڑی حد تک لکھنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ آپ نے کتاب کے آغاز میں ”مختصر احوال زندگی“ کے موضوع پر طویل تحریر رقم فرمائی ہے ۔ حق اور سچ یہ ہے کہ آپ نے اپنی دانست کے اعتبار سے بڑی جامعیت کے ساتھ خواجۂ خواجگان سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز سید معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری قدس سرہ کے احوال رقم فرمائے ہیں، بارگاہ خواجہ غریب نواز خاک ہند کی عظیم درگاہ ہے اس درگاہ میں دنیا بھر سے عشاق حاضری کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور ان کے طفیل زائرین کو اللہ تعالیٰ بے پناہ نوازتا ہے۔ علما اور مشائخ تو اس در پاک کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے ہیں، عوام کا عالم یہ ہے کہ صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ ہندو، سکھ اور عیسائی وغیرہ بھی ان کی چوکھٹ پر آ آ کر روتے ہیں، اور اپنے دل کی مرادیں پاتے ہیں۔ بڑے بڑے سلاطین بھی اس مقدس دربار میں آنکھیں ملتے رہے ہیں، یہ تاریخی آثار آج بھی دربار معلّٰی کے ارد گرد دیکھے جاسکتے ہیں۔ آپ کی شخصیت پر کثیر کتب لکھی جاچکی ہیں۔ مغل بادشاہوں نے تو اپنی عقیدتوں کی انتہا کر دی تھی۔ داراشکوہ نے ”سفینۃ الاولیا“ میں جس عقیدت کا اظہار کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مغلوں کو اس بابرکت بارگاہ سے کتنی عقیدت و محبت تھی۔ شاہ جہاں کی بیٹی جہاں آرا بیگم نے اپنی معروف کتاب ”مونس الارواح“ میں اپنی وارفتگی اور شیفتگی کا حق ادا کر دیا ہے۔ آپ کی کتاب غریب نواز کے احوال و آثار پر معتبر ماخذ سے ہے۔ آپ نے ملفوظات اور ارشادات بھی جمع فرمائے ہیں، ان میں سے 43 ملفوظات ہمارے مفتی موصوف نے بھی نقل فرمائے ہیں ۔ ان میں چند ملفوظات ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

(1)- عاشق کا دل محبت کا آتش کدہ ہے۔ جو کچھ اس میں آتا ہے ناچیز (فنا اور ناپید) ہوجاتا اور جل جاتا ہے۔ کیوں کہ کوئی آگ آتش محبت سے بالاتر نہیں ہے۔

(2)- تم ندیوں اور نہروں کے آب رواں کی شورش اور آوازیں سنتے ہو، مگر جیسے ہی دریا میں بہتی ہیں، وہ خاموش ہوجاتی ہیں اور سکون پاجاتی ہیں۔ اسی طرح جب کوئی طالب حق واصل الی اللہ ہو جاتا ہے تو محبت کا جوش و خروش اور آہ وزاری ختم ہوجاتی ہے، سکون ہوجاتا ہے۔

(3)- جس شخص میں یہ تین خصلتیں ہوں حق تعالیٰ اس کو

دوست رکھتا ہے۔ اول: دریا کی سی سخاوت۔ دوسری سورج کی سی شفقت۔ تیسری: زمین کی سی عاجزی و تواضع۔

(4)-نیکوں کی صحبت نیک کام سے بہتر ہے اور بدوں کی صحبت بد کاری سے زیادہ بری ہے۔

(5)-مرید توبہ میں اس وقت ثابت قدم بنتا ہے کہ بائیں کاندھے کا فرشتہ بیس سال تک اس پر کوئی گناہ نہ لکھے۔

(6)-چار چیزیں مردِ خدا کے نفس کا گوہر ہیں۔ اول: درویش جو اظہار تونگری کرے۔ دوسرا: بھوکا جو سیری دکھائے۔ تیسرا: اندوہ گیں (رنج و غم کا مارا) جو خوشی کا ظہار کرے۔ چوتھا: جو دشمن سے دوستی برتے۔

(7)-مومن کامل وہ ہے جو تین چیزیں رکھتا ہو۔ اول: درویشی، دوم: بیماری، سوم: موت۔ اور جو یہ تین چیزیں رکھتا ہو، خدائے تعالیٰ اور فرشتے اس کو دوست رکھتے ہیں اور اس کا بدلہ بہشت ہے۔

(8)- درویشی یہ ہے کہ جو بھی مومن بندہ اس کے پاس حاجت لے کر آئے اُسے محروم واپس نہ لوٹائے۔

(9)-راہ محبت میں عارف وہ ہے کہ اپنے دل کو کونین سے اٹھالے۔ حقیقت میں متوکل وہ شخص ہے جو مخلوق سے رنج و تکلیف اٹھائے، لیکن کسی سے شکایت نہ کرے اور نہ کسی سے اس کا ذکر کرے۔

(10)-عارف کی پہچان موت کو عزیز رکھنا ہے، راحت کا ترک کرنا ہے اور اللہ کے ذکر سے محبت رکھنا ہے۔

(11)-عارف وہ ہے جب صبح کو اٹھے تو اُسے رات یاد نہ آئے۔ درویش اور عارف کا بہترین وقت وہ ہے جب اس پر وساوس (شیطانی خیالات) کا دروازہ بند ہو۔

(10)-علم ایک گہرا سمندر ہے، جو ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور معرفت اس سمندر کی ایک نہر ہے۔ پس خدا کہاں اور بندہ کہاں۔ علم خدا کے لیے سزاوار (لائق) ہے اور معرفت بندے کے لیے۔

(13)-عرفا آفتاب کی مانند ہیں کہ ہر چیز پر چمکتا ہے، ان حضرات کے انوار سے تمام عالم روشن ہے۔

(14)-میں نے مدتوں خانہ کعبہ کے گرد طواف کیا ہے، مگر جب حق تعالیٰ تک پہنچا، کعبہ میرے گرد طواف کرتا ہے (یعنی میں بقا باللہ سے متصف ہوں)۔

(15)-میں نے "ریاحین" میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ایک بار حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسی جماعت سے گزرے جو ہنس رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں سلام کیا۔ سب نے اٹھ کر جواب دیا اور ادب کا سر زمین پر رکھا۔ حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! کیا تم قبر سے گزر گئے ہو؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: حساب سے چھوٹ گئے ہو؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: دوزخ سے نجات پا گئے ہو؟ عرض کیا: جی نہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس تمھیں کس چیز نے اس پر آمادہ کیا کہ ہنستے ہو۔ اس کے بعد ان کو کبھی بھی کسی نے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔

(16)-عارف اس شخص کو کہتے ہیں کہ اگر ہر روز لاکھوں اسرار تجلی اس پر نازل ہوں تو ان کا ایک شمہ (ذرہ برابر) بھی ظاہر نہ کرے۔

(17)-عارف وہ ہے کہ اگر تمام علوم جانے اور ان کے لاکھوں معنی ظاہر کرے اور ہر وقت معنی کے سمندر میں شناوری کرے تاکہ اسرار و انوار الٰہی کا کوئی موتی باہر لائے، پھر بھی یہ جاننے کے لیے کہ وہ واقعی عارف ہے، اس موتی کو معرفت کے کسی دیدہ ور جوہری پر پیش کرے۔

(18)-اہل محبت کی توبہ تین قسم کی ہوتی ہے: اول: ندامت، دوم: ترک معصیت، سوم: ظلم سے پاک و صاف رہنا۔

(19)-حق سبحانہ و تعالیٰ کے دوست تین صفات سے متصف ہوتے ہیں۔ اول: روزہ دار کی سی غذا۔ دوم: دوام نماز۔ سوم: استقامت ذکر۔

(20)-محبت میں سچا وہ ہے کہ جب اس کو کوئی بلا پہنچے خوشی خوشی اس کو قبول کرے۔ میں نے "اسرار الاولیاء" میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ جس وقت رابعہ بصری، مالک دینار اور شیخ شقیق بلخی ایک ساتھ بیٹھے تھے اور صدق اخلاص و دوستی مولیٰ تعالیٰ کی بات ہو رہی تھی اور ہر ایک اپنی بات کہہ رہا تھا۔ جب حضرت رابعہ کی باری آئی تو فرمایا: مولیٰ کی دوستی میں سچا وہ ہے کہ جب کوئی درد و الم اس کو پہنچے تو دوست کے مشاہدے میں اس کو بھلا دے۔

(21)-ایک بار میں ایک صاحب حال بزرگ کے ساتھ

ایک قبر کے سرہانے بیٹھا تھا اور فرشتے صاحب قبر کو عذاب دے رہے تھے۔ اس بزرگ نے جب اس حال کا مشاہدہ کیا تو ایک نعرہ لگایا اور جان دے دی۔ ایک ساعت بھی نہ گزری تھی کہ وہ پگھل کر پانی ہو گئے اور ناپید ہو گئے۔

(22)- اے عزیزو! زیر خاک سوئے ہوؤں کے حال کو جو کہ قبر کی قید میں کیڑوں، سانپوں، بچھوؤں کے عذاب میں گرفتار ہیں۔ (اگر تم) ذرہ برابر جان لو کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ ہو رہا ہے تو اس کی ہیبت سے نمک کی طرح پگھل جاؤ۔

(23)- نماز میں جس قدر اطمینان، حضوری قلب و مشغولی ہوتی ہے، اسی قدر قرب الٰہی کی دولت حاصل ہوتی ہے۔

ملفوظات کا یہ سلسلہ اتنا مفید اور کارآمد ہے کہ ہمیں انتخاب کرنا مشکل ہو گیا اس لیے کچھ زیادہ ہی پیش کر دیے، ہو سکتا ہے کسی قاری کی زندگی میں ان کے اثرات مرتب ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

"دلیل العارفین" حضرت خواجہ غریب نواز کے ملفوظات کا معروف مجموعہ ہے، ہمارے مفتی صاحب نے اس کے علاوہ دیگر ماخذ سے بھی ملفوظات جمع فرمائے، آپ کی توضیح اور تشریح کا انداز یہ ہے کہ پہلے قرآن اور احادیث نبویہ کی روشنی میں سیر حاصل بحث فرماتے ہیں، ذیل میں وضاحت بھی رقم فرماتے ہیں۔ پھر صوفیانہ اقوال کی وضاحت سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر دیگر بزرگوں کے ارشادات نقل فرماتے ہیں۔ آپ بذات خود فقہ حنفی کے مفتی ہیں اس لیے عام طور پر فقہی جزئیات بھی پیش فرماتے ہیں۔

حاصل گفتگو یہ کہ آپ نے ملفوظات سے علوم و معارف کے خزانے حاصل کیے ہیں، بزرگوں کے اقوال و ملفوظات مختصر اور جامع ہوتے ہیں۔ آپ نے اپنے تحقیقی جائزے میں انھیں سمجھنے اور سمجھانے کی بھرپور کوشش فرمائی ہے۔ ہم ذیل میں ایک ملفوظ پیش کرتے ہیں:

"پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "لا ایمان لمن لا صلوۃ له"۔ یعنی جس کی نماز نہیں، اس کا ایمان نہیں۔ میں نے شیخ الاسلام خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ امام زاہد کی تفسیر میں لکھا ہے: "فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ"۔ "ویل" دوزخ میں ایک کنواں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دوزخ کی ایک وادی ہے، جس میں سخت سے سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو نماز میں غفلت کرتے ہیں۔ (دلیل العارفین، ص:۱۳۰)

اس مقدس ملفوظ کے ذیل جائزہ نگار کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیے:

اللہ رب العزت ہمیں پنج وقتہ نماز باجماعت پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین! نماز چھوڑنا کافرانہ عمل اور مشرکانہ فعل ہے۔ اس سے بندے کا ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں ہمیں نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس سے متصل یہ وعید بھی سنائی گئی ہے کہ کافروں اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ چوں کہ کفار و مشرکین نماز نہیں پڑھتے ہیں، اس لیے جان بوجھ کر نماز نہ پڑھنا گویا کافروں جیسا عمل ہے۔ چنانچہ اللہ رب ذوالجلال کا فرمان ہے:۔

"وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ"

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے مت ہو جاؤ۔

(پارہ 21، الروم، آیت: 30)

یہ وعید سن کر ہر تارک صلوٰۃ کو لرز جانا چاہیے اور صدق دل سے توبہ و استغفار کر کے آج ہی نماز کی پابندی شروع کر دینی چاہیے۔ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ کل قیامت کے دن جب اہلِ جہنم، دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ تم کو جہنم میں کس چیز نے ڈالا تو وہ بڑی حسرت اور افسوس کے ساتھ جواب دیں گے کہ ہم دنیا میں نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اللہ اکبر، نعوذ باللہ منہ۔ چنانچہ سورہ مدثر میں ہے:

"مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ"

(اور لوگ اہلِ جہنم سے کہیں گے کہ) تمھیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی۔ وہ کہیں گے: ہم نماز پڑھنے والوں میں نہ تھے۔

(پارہ 29، سورۃ المدثر، آیت نمبر: 42-43)

طویل گفتگو میں سے کچھ ہم نے پیش کر دیا، اب نماز اور جماعت چھوڑنے پر وعیدیں احادیث نبویہ کی روشنی میں پیش کی ہیں، ہم صرف ایک حدیث پر اکتفا کرتے ہیں:

(1) عن أبي هريرة رضي الله عنه أَنَّ رَسُولُ الله صلى الله عليه و آله و سلم قَالَ : وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِحَطَبٍ فَيُحْطَبَ ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلَاةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا ، ثُمَّ آمُرَ رَجُلاً فَيَؤُمَّ النَّاسَ ، ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى رِجَالٍ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ . وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَو

يَعْلَمُ أَحَدُهُمْ أَنَّهُ يَجِدُ عَرْقًا سَمِينًا أَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ لَشَهِدَ الْعِشَاءَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! میرے دل میں خیال آیا کہ لکڑیاں اکٹھی کرنے کا حکم دوں، پھر نماز کا حکم دوں تو اس کے لیے اذان کہی جائے۔ پھر ایک آدمی کو حکم دوں کہ لوگوں کی امامت کرے، پھر میں ایسے لوگوں کی طرف نکل جاؤں (جو بغیر کسی عذر شرعی کے نماز با جماعت میں حاضر نہیں ہوتے) اور ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر ان میں سے کوئی جانتا کہ اسے ہڈی والا گوشت یا دو عمدہ پائے ملیں گے تو وہ ضرور نماز عشا میں شامل ہوتا۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ (بخاری 231/1، رقم الحدیث:618، مسلم، 451/1، رقم الحدیث:651)

ایمان اور کفر کے درمیان حد فاصل نماز ہے:

عَنْ جَابِرٍ رضي الله عنه ، قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه و آله و سلم يَقُولُ : إِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكَ الصَّلَاةِ.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: بیشک انسان اور (اس کے) کفر و شرک کے درمیان (فرق) نماز کا چھوڑنا ہے۔

(مسلم 87/1 رقم الحدیث:134)

عن عبد الله بن شقيق قال: كان اصحاب رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم لا يرون شيئا من الاعمال تركه كفر غير الصلاة.

حضرت عبد اللہ بن شقیق العقیلی فرماتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نماز کے سوا کسی دوسرے عمل کے ترک کو کفر نہیں گردانتے تھے۔ یعنی نماز اس قدر مہتم بالشان فرض اور دین کا جزو اعظم ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نماز چھوڑنے کو کفر سمجھتے تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ قصداً نماز ترک کرنے والا مومن کیسے ہو سکتا ہے۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، حدیث نمبر:579)

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضى الله عنه قَالَ : أَوْصَانِي خَلِيلِي صلى الله عليه و آله وسلم : أَنْ لَا تُشْرِكَ بِاللهِ شَيْئًا وَإِنْ قُطِعْتَ وَحُرِّقْتَ ، وَلَا تَتْرُكَ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا ، فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ ، وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ ، فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ .

ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے خلیل حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی: تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، چاہے تمھارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں اور تجھے جلا دیا جائے اور جان بوجھ کر کوئی فرض نماز نہ چھوڑنا کیوں کہ جو جان بوجھ کر نماز چھوڑتا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کا ذمہ ختم ہو جاتا ہے اور شراب نہ پینا، کیوں کہ شراب تمام برائیوں کی کنجی ہے۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ، رقم الحدیث:580)

بلا شبہ پیش نظر کتاب علم و عرفان کا بیش قیمت گنجینہ ہے، مصنف بذات خود عالم باعمل اور سالکِ راہِ طریقت ہیں، بزرگوں کے ملفوظات اپنے اندر شریعت کے ساتھ طریقت کے رموز و اسرار بھی رکھتے ہیں، انھیں قرآن اور احادیث نبویہ کی روشنی میں سمجھنا اور پھر شریعتِ طاہرہ کے تیز اجالوں میں ان کی تفہیم و توضیح بڑی سعادت مندی کی بات ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک عارف باللہ کے اقوال اور ملفوظات کی فہم و تفہیم انتہائی مشکل کام ہے۔ ایک شعر اگر عام شاعر کا ہو اور اسی طرح کا شعر ایک اللہ تعالیٰ کے ولی کا ہو اور دونوں میں بہ ظاہر کوئی خلافِ شرع نظر آئے تو دونوں کے مفہوم و مراد میں فرق ہو گا، یہ فرق و امتیاز وہی کر سکتا ہے جو شریعت کے ساتھ طریقت کی باریک نزاکتوں سے بھی باخبر ہو۔ ہم نے یہ اجمالی گفتگو بڑی احتیاط سے کی ہے۔ ہمارا نقطۂ نظر یہ ہے کہ محب گرامی وقار حضرت مولانا مفتی منظر مصطفیٰ ناز صدیقی اشرفی دام ظلہ العالی کم عمری میں طریقت کی راہ پر گام زن ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں برکتیں اور مزید روحانی نعمتیں عطا فرمائے۔ آمین

ہماری دعا ہے مولا تو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل ان ہی کے خانوادے کے چشم و چراغ سلطان الہند خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملفوظات کو قبول عام عطا فرمائے اور حضرت مفتی مصنف کی بے کراں محنت کو دارین کی سعادتوں سے شاد کام فرمائے، آمین۔ بجاہ سید المرسلین، علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

□□□

سفر آخرت

جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے
آج اپنے ایک بڑے فضل وکمال کے مالک سپوت کو کھودیا

مفتی بدرِ عالم مصباحی

آج صبح تقریبا ۸/ بجے موبائل کی اسکرین پر نہایت اندوہ ناک خبر پڑھنے کو ملی، دل دھک سارہ گیا، جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے قابل فخر فرزند، سابق استاذ مولانا ڈاکٹر ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی ہم سب کو داغ مفارقت دے گئے، مولانا موصوف اپنی ذات میں تنہا علم وفضل کی ایک انجمن تھے، گوناگوں صلاحیتوں کے مالک، تحقیق واکتشاف کے رسیا، قرطاس وقلم کے عاشق، تحریری میدان کے شہ سوار، اپنے بزرگوں سے والہانہ عقیدتوں کے حامل، روحانی پیشواؤں سے قلبی لگاؤ اور وابستگی ان کی فطرت ثانیہ تھی، افسوس صد افسوس ایک چلتی پھرتی علمی لائبریری سے جماعت اہل سنت محروم ہوگئی۔ یہ المناک خبر جسے جہاں ملی وہیں وہ وادیٔ غم واندوہ میں گم سا ہو گیا۔ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے آج اپنے ایک بڑے فضل وکمال کے مالک سپوت کو کھو دیا جامعہ کے تمام اساتذہ وذمہ داران سوگ وار ہیں۔ ان کے اہل خانہ بلکہ جماعت اہل سنت کو تعزیت پیش کرتے ہیں، ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل کی تلقین کرتے ہیں، دعا کرتے ہیں اللہ کریم وغفار مولانا موصوف کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوار قدس میں جگہ عطا فرمائے۔ آج ابھی بعد نماز عصر عزیز المساجد میں ان کی روح کو ایصال ثواب بھی کیا گیا طلبہ کرام اور اساتذہ عظام نے شرکت کی سعادت پائی۔ بدر عالم مصباحی، صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڈھ یوپی انڈیا۔ ◘

مولانا اعجاز احمد برہانی مصباحی کا سانحۂ ارتحال

مفتی بدرِ عالم مصباحی

نہایت افسوس ناک خبر ملی کہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے ایک مخلص باوقار فرزند مولانا اعجاز احمد برہانی مصباحی، دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے۔ بہت خلیق، ملنسار، دینی ملی درد رکھنے والے عالم با عمل فاضل اشرفیہ تھے۔ جامعہ اشرفیہ سے فراغت کے بعد مسلسل تدریس و کارہائے تبلیغ میں مصروف رہے، جامعہ سے بڑا گہرا لگاؤ رکھتے، تدین اور تقوی و پرہیز گاری فطرت میں شامل تھی۔ عبادت وریاضت کا شوق زمانہ طالب علمی سے تھا۔ رفتار وگفتار میں دین داری اور عالمانہ وقار صاف نظر آتا، لغو اور عبث کاموں سے سخت پرہیز کرتے۔ اپنے اساتذہ کا بے حد احترام کرتے۔ اپنے تلامذہ کے لیے نہایت مہربان، ایک شفیق مربی کا کردار نبھاتے، اس طرح بہت سے اوصاف حمیدہ کی حامل شخصیت آج اپنے پس ماندگان اور محبین کو روتا بلکتا چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئی۔ دعا ہے مولی رحمن وغفار ان کی مغفرت فرما کر اپنے جوار قدس میں جگہ عطا فرمائے، پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ◘◘◘

مولانا محمد حبیب اللہ بیگ ازہری کی والدہ کا انتقال پر ملال

مفتی محمد نظام الدین رضوی

محب محترم جناب مولانا حبیب اللہ بیگ مصباحی ازہری دام مجدکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
مجھے معلوم ہوا کہ آپ کی والدہ ماجدہ اس دار فانی سے رحلت کر گئیں۔ إنا للہ وإنا الیہ رجعون. بڑا قلق ہوا کہ آپ کے سر سے ماں کا سایہ اٹھ گیا۔ ماں کا سایہ، سایۂ رحمت ہوتا ہے جو سکون قلب اور برکت کا ذریعہ ہوتا ہے، افسوس یہ سایۂ رحمت آج اٹھ گیا۔ اللہ

تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے، ان کے حسنات قبول فرمائے اور باغ جنت کی ہواؤں سے انھیں راحت بخشے اور اپنے جوارِ رحمت میں خاص مقام عطا فرمائے اور آپ کو اور مرحومہ کے جملہ پسماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے۔ اللہ ما اخذ و اعطی وکل شئی عندہ الی اجل مسمی.

اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهَا، وَارْحَمْهَا ، وَعَافِهَا ، وَاعْفُ عَنْهَا، وَأَكْرِمْ نُزُلَهَا، وَوَسِّعْ مُدْخَلَهَا، وَاغْسِلْهَا بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّهَا مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَأَدْخِلْهَا الْجَنَّةَ، وَأَعِذْهَا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ. آمین.

شریک غم — محمد نظام الدین الرضوی

شیخ الحدیث وصدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

17 صفر المظفر 1446ھ/23 اگست 2024ء

نزیل ممبئی

تین عالموں کی والدہ کا وصال

محمد عارف رضا نعمانی مصباحی

موت اللہ عزوجل کا اٹل فیصلہ ہے، ہر جاندار کو اس کا مزہ چکھنا ہے، ہم اپنے معاشرے میں دیکھتے ہیں کہ آئے دن ہم میں سے کوئی نہ کوئی رخصت ہو رہا ہے، اس میں عمر کی کوئی تخصیص نہیں ہے، اس دنیا سے بوڑھے بھی جاتے ہیں، جوان بھی جاتے ہیں، اور بچے بھی، مرد وعورت سبھی جاتے ہیں، اس لیے ہمیں اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہے اور اس پر یقین رکھتے ہوئے صبر بھی کرنا ہے، اور موت کی تیاری بھی کرنی ہے۔

یہ تعزیتی تحریر ان تین عظیم ماؤں کے وصال پر پیش کی جا رہی ہے جنہوں نے اپنے بیٹوں کو علم وادب کے بیش بہا زیور سے مزین کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا یہاں تک کہ وہ وارثین انبیاء کے تاج زریں کے حق دار ہو گئے، ان عظیم بیٹوں میں ایک میرے اُستاذ محترم ہیں، اور دو عزیز دوست ہیں،

ان کی والدہ کے وصال کی تفصیل یہ ہے:

22 اگست 2024ء مطابق 16 صفر المظفر 1446ھ بروز جمعرات یہ جانکاہ خبر موصول ہوئی کہ اُستاذ گرامی حضرت مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری استاذ: جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی والدہ ماجدہ اس دنیا سے رخصت ہو گئیں، إنا للہ وانا الیہ راجعون،

25 اگست 2024ء مطابق 19 صفر المظفر 1446ھ بروز اتوار شام کو مغرب کے بعد واٹس ایپ کے ذریعے دوسری تکلیف دہ خبر موصول ہوئی کہ رفیق محترم مولانا الحاج رضوان انور مصباحی مبارک پوری کی والدہ ماجدہ داغ مفارقت دے گئیں، إنا للہ وانا الیہ راجعون،

پھر 26 اگست 2024ء مطابق 20 صفر المظفر 1446ھ بروز پیر شام کو ایک تیسری تکلیف دہ خبر موصول ہوئی کہ رفیق درس مولانا ندیم احمد مصباحی مبارک پوری کی والدہ ماجدہ بھی دوپہر میں ظہر کے بعد اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئیں۔

استاذ محترم کی والدہ کے وصال اور پے در پے مبارک پور کے دو دوستوں کی والدہ کی خبر وصال پہنچی، تو دل بہت غم زدہ ہوا، پھر بے ساختہ یہ الفاظ زبان پر آئے کہ اس دنیا میں والدہ کی ذات وہ ذات ہے جو اپنے بچے کی ہر خوشی کے لیے کوشاں رہتی ہے، اپنے بچوں کے لیے اپنی خوشیاں بھول جاتی ہے، اپنے بچوں کے سکھ چین کی خاطر اپنے آرام کو بالائے طاق رکھ دیتی ہے اور کوشش بھر اپنی اولاد کو چین پہنچاتی ہے، خود بھوکی رہ کر اپنے بچوں کا پیٹ بھرتی ہے، خود تکلیف سہ کر اپنے بچوں کو آرام پہنچاتی ہیں، خود مصیبتیں جھیل کر اپنے بچوں کے آرام و آسائش کی فکر کرتی ہے، ان کے بہترین مستقبل کے لیے دعائیں کرتی ہے، اپنے بچوں کی بہتر سے بہتر تربیت کرنے کی کوشش کرتی ہے، ان کی تعلیم کی فکر کرتی ہے، ان کو حوصلہ دیتی ہے، شفقت سے پیش آتی ہے، ماں کی مامتا بے لوث ہوتی ہے، اس کے پیار میں کسی بھی قسم کی ملاوٹ نہیں ہوتی، اور بغیر کسی اجر اور بدلے کے وہ اپنے بچوں سے پیار کرتی ہے، یقیناً ماؤں کا اس دنیا سے چلا جانا کسی کے لیے بھی بہت تکلیف اور غم کا باعث ہے، میں اپنے استاذ گرامی اور مذکورہ دوستوں کو پرسہ دیتا ہوں، اور دعا گو ہوں کہ اللہ عزوجل ان سب کی والدہ مرحومہ کی بے حساب مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اور استاذ محترم، مولانا رضوان انور مصباحی اور مولانا ندیم احمد مصباحی اور دیگر پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم.

صدائے بازگشت

آپ نے موضوع کا حق ادا فرمادیا

بملاحظہ گرامی محبی مخلصی حضرت مبارک العلما علامہ مبارک حسین مصباحی زید مجدہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

یاد آوری کا بہت شکریہ جزاک اللہ خیرا کثیرا کثیرا۔ آپ کا مرسلہ مضمون ”خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فتنۂ قادیانیت“ فردوس نظر ہوا۔ ماشاء اللہ، آپ کا راہوار قلم خوب چلا ہے اور آپ نے موضوع کا حق ادا فرمادیا ہے۔ ماشاء اللہ، بہت خوب اللھم زد فزد اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آپ کے علم وقلم میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ والسلام مع الاکرام۔

گدائے کوئے مدینہ شریف

احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ

برہان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

شان رسالت علیہ وآلہ وسلم میں گستاخی ہرگز برداشت نہیں کی جاسکتی ہے

ہمارا ملک عزیز ہندوستان امن وشانتی کا گہوارہ ہے اس ملک میں ہندو مسلم، سکھ، عیسائی ہر مذہب، ملت اور ہر مکتب فکر کے لوگ رہتے ہیں یہاں ہر ایک کو اپنے مذہبی معاملات میں قانونی اعتبار سے آزادی حاصل ہے آئین ہند کے مطابق کسی بھی مذہبی شخصیات کی ذرہ برابر بھی توہین نہیں کی جاسکتی ہے کسی بھی شخص کو کسی کی مذہبی دل آزاری کی اجازت نہیں ہے۔ دل آزاری کرنے والا کوئی بھی ہو وہ مجرم ودہشت گرد اور ملک کا دشمن ہے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ آج کل مذہبی لباس میں ایسے دہشت گرد پیدا ہوگئے ہیں جو اپنی شہرت ونام وری کے چکر میں شان رسالت علیہ وآلہ وسلم کے خلاف بکواس کر رہے ہیں انھیں ظالم وجابر میں سے ایک بدنام زمانہ گنگاگیری بھی ہے جس نے بر سر عام رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر مہاراشٹرا میں بہت ہی نازیبا تبصرہ کیا ہے اس بدبخت کی جتنی بھی مذمت کی جائے اتنی ہی کم ہے ایسے بدبختوں کو آئین ہند کے مطابق جیل کی سلاخوں میں ڈال دیں ایسے لوگ ملک کے لیے نہایت ہی نقصان دہ ہوتے ہیں اس کے ایسے کرتوت کی وجہ سے ملک کے امن وامان کو زبردست خطرہ ہے۔ ملک کی عزت وعظمت کو نقصان پہنچتا ہے ملک کی بدنامی ہوتی ہے۔

قابل شرم ہے کہ ایسے ظالموں کو سیاسی پشت پناہی مل جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ اور آگ اگلنا شروع کر دیتا ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ ایسے لوگوں کے خلاف اپنے کو سیکولر کہنے والے اور بالخصوص مسلمان ممبران پارلیمینٹ اور ممبران اسمبلی بھی خاموش تماشائی بنے رہتے ہیں لگتا ہے کہ ان کی کوئی ذمہ داری ہی نہیں ہے، تمام لیڈروں کو معلوم ہونا چاہیے کہ شان اقدس علیہ وآلہ وسلم کا تحفظ ہم مسلمانوں پر فرض ہے اپنے کو مسلمان کہنے والا کوئی بھی شخص اس سے پیچھے ہٹ ہی نہیں سکتا ہے مسلم لیڈران یہ نہ سمجھیں کہ یہ تو مولوی، مولانا کا کام ہے ہمارا کام صرف تماشا دیکھنا اور زیادہ سے زیادہ بیان دے دینا ہے۔

میں ان لیڈروں سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کو اللہ نے طاقت دی ہے آپ ایسے ظالموں کے خلاف سخت ایکشن لیں، ایسے ظالموں کو بلاتفریق مذہب وملت بغیر بھید بھاؤ کے سخت سزا دلاکر اپنی ذمہ داری کو ادا کریں۔ آپ پہلے مسلمان ہیں بعد میں کسی پارٹی کے ممبر ہیں آپ کی سب سے پہلے ذمہ داری بنتی ہے کہ آپ ایسے معاملات میں آگے بڑھ کر معاملات کو حل کریں۔ اگر آپ کی کوششوں سے شاتم رسول علیہ وآلہ وسلم کو سزا ملتی ہے اور آپ کی وجہ سے بدتمیزی کرنے پر روک لگتی ہے تو آپ کی یہ خوش بختی ہوگی اور اگر آپ اس سے کوتاہی برتتے ہیں تو آپ بھی جرم کے مرتکب ہوں گے۔

از: **مفتی محمد منظر حسن خان اشرفی مصباحی**

بانی عالمی سنی صوفی تحریک

عالمی خبریں

اسرائیلی وزیر بن غفیر کی مسجد اقصیٰ کے صحن میں شرانگیزی

بیت المقدس (ایجنسی) دو ہزار سے زیادہ انتہا پسند یہودیوں نے مسلمانوں کے تیسرے مقدس ترین مقام مسجد اقصیٰ پر دھاوا بول دیا۔ انتہا پسندوں کی قیادت اسرائیلی وزیر قومی سلامتی اتیابن غفیر نے کی۔ شدت پسندوں نے یہودیوں کی سالگرہ کے حوالے سے اپنی عبادت ادا کی۔ محکمہ اسلامی او قاف کے عہدیدار نے بتایا کہ دھاوا بولنے والے انتہا پسند اشتعال انگیز سرگرمیاں انجام دیتے رہے۔ واضح رہے مسجد اقصیٰ اسرائیل فلسطین تنازعہ کا مرکزی نکتہ ہے۔ اسرائیلی فورسز اس جگہ کے داخلی راستوں کو کنٹرول کرتی ہیں تاہم مسجد اقصیٰ کا انتظام اردنی اسلامی او قاف کے محکمہ کے پاس ہے۔ ۱۹۶۷ء میں مشرقی القدس پر اسرائیل کے قبضے کے بعد سے نماز کے او قات کے علاوہ مخصوص او قات میں غیر مسلم مسجد اقصیٰ کا دورہ کر سکتے ہیں۔ تاہم الٹرا آرتھوڈوکس یہودی تیزی سے اس اصول کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ فلسطینی اور اردنی وزارت او قاف قوم پرست یہودیوں کے مسجد اقصیٰ پر اس طرح چڑھائی کرنے کو مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل کرنے کا باعث قرار دیتے ہیں۔ عبرانی کیلنڈر کے تحت ہیکل کی تباہی کی یاد ۹ اگست کو منائی جاتی ہے۔ اس دن یہودی ہیکل سلیمانی کی تباہی کا سوگ مناتے ہیں۔ یہودی اس دن سوگ میں روزہ رکھتے ہیں۔ مشرقی القدس میں محکمہ اسلامی او قاف کے ایک اہلکار نے کہا کہ دو ہزار 250 انتہا پسند یہودیوں نے اشتعال انگیز دعائیں کیں اور رقص کیا اور اپنے دھاوے کے دوران اسرائیلی پرچم بلند کیا۔ انھوں نے نشاندہی کی کہ وزیر بن غفیر نے قومی سلامتی کے وزیر کی حیثیت سے یہودیوں کی کارروائیوں کی نگرانی کی اور بین الاقوامی معاہدوں کو برقرار رکھنے کی بجائے مسجد اقصیٰ کے اندر حقیقت کو بدلنے میں اپنا کردار ہوا کیا۔ او قاف کے اہلکار نے اپنا نام ظاہر نہ کرنے کو ترجیح دی اور کہا کہ اسرائیلی پولیس نے مسجد اقصیٰ میں فلسطینی نمازیوں کے داخلے پر پابندیاں لگادی ہیں۔ مسلمانوں کو صرف تھوڑی تعداد میں داخل ہونے کی اجازت دی جاتی ہے۔ محکمہ او قاف کی طرف سے سوشل میڈیا پر جاری ویڈیو ٹیپس اور تصاویر میں اسرائیلی وزیر بن غفیر کو مسجد اقصیٰ کے صحنوں میں گھومتے ہوئے دیکھا جاسکتا ہے۔ وزیر اعظم نتن یاہو کے دفتر نے مسجد اقصیٰ پر حملے کے واقعے کے حوالے سے جاری ایک بیان میں تصدیق کی ہے کہ آج صبح جو کچھ ہوا وہ طے شدہ صورت حال سے مستثنیٰ ہے۔

غزہ جنگ: ۱۱ر فیصد آبادی ہی انخلا کے احکامات سے محفوظ

اقوام متحدہ کی ایجنسی یو این او سی ایچ اے کے ترجمان جینس لیرک نے کہا کہ اسرائیل جمعہ سے تین مرتبہ انخلا کا حکم جاری کر چکا ہے۔ اسرائیل کے انخلا کے احکامات کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ فلسطینیوں کے لیے مشکلات میں اضافہ ہو رہا ہے جبکہ امدادی اداروں اور انسانی امدادی کارکنان کے لیے بھی مشکل کھڑی ہوگئی ہے۔

اقوام متحدہ (یو این) کے حکام نے کہا ہے کہ غزہ کی صرف 11 فیصد آبادی ہی اسرائیل کے انخلا کے احکامات سے محفوظ ہے۔ اس ضمن میں اقوام متحدہ کی ایجنسی یو این او سی ایچ اے کے ترجمان جینس لیرک نے جینوا میں اقوام متحدہ کی بریف میٹنگ کے دوران کہا کہ جمعہ سے اب تک اسرائیلی فوج نے شمالی غزہ کے 19 علاقوں اور دیر البلاح میں انخلا کے 3 حکم جاری کیے ہیں۔ ان علاقوں میں 8 ہزار سے زائد افرار ہائش اختیار کیے ہوئے ہیں جن میں سے زیادہ تعداد بے گھر افراد کی ہے۔ انھوں نے میٹنگ کے دوران مزید کہا کہ صرف اگست میں بڑے پیمانے پر انخلا کے احکامات کی تعداد 16 ہوگئی ہے۔

خیال رہے کہ غزہ میں سرحدوں پر پابندی عائد کرنے کی وجہ سے فلسطینی غذا، صاف پانی اور ادویات کی کمی کا سامنا کر رہے ہیں۔ اسرائیل کے حملوں کے سبب فلسطینی خطے کا زیادہ تر حصہ ملبے میں تبدیل ہو چکا ہے۔ یاد رہے کہ اب تک اسرائیلی جارحیت کے نتیجے میں 40 ہزار سے زائد فلسطینی ہلاک جب کہ 92 ہزار سے زائد زخمی ہوئے ہیں۔ ■■■

خیر و خبر

"جشنِ تحفظ ختمِ نبوت" طرحی نعتیہ مشاعرہ

مبارک پور، اعظم گڑھ۔ بزم فروغ نعت مبارک پور کی 44 ویں ماہانہ نعتیہ طرحی نشست بعنوان "جشنِ تحفظ ختمِ نبوت" بحسن وخوبی اختتام پزیر ہوئی، واضح ہو کہ 7 ستمبر 1974 کو پاکستانی پارلیمنٹ نے تحفظ ختمِ نبوت قانون پاس کیا جس کے نفاذ کے لیے بے پناہ علمائے کرام نے قربانیاں دیں، ہزاروں کی تعداد میں مسلمان شہید ہوئے، یہ قربانیاں بالآخر رنگ لائیں اور پاکستانی منشور میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا، 7/ستمبر کا دن دنیا بھر میں جشن تحفظ ختمِ نبوت کے طور پر منایا جاتا ہے۔ پروگرام کا آغاز حافظ نورالزماں کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، صدارت مولانا حافظ ارشاد احمد شیدا (مقیم حال برطانیہ) اور نظامت ماسٹر عبدالعزیز مبارکپوری نے کی مہمان خصوصی کی حیثیت سے ماسٹر عبدالروف عباسی چریاکوٹی نے شرکت فرمائی۔ اس کے بعد مصرع طرح "کوئی نبی نہ آئے گا میرے نبی کے بعد" کے تحت شعراء نے اپنے کلام پیش کیے، چندہ اشعار نذر قارئین ہیں:

عیسیٰ مسیح مصرع بعثت میں ہیں روی
اور ہے ردیف لفظ محمد "روی" کے بعد (مہتاب پیامی)

اول نبی بھی آپ ہیں آخر نبی بھی آپ
جلوہ گری ہے آپ کی لاکھوں نبی کے بعد (ماسٹر زبیر)

قطرہ کسی نے مانگا تو دریا عطا کیا
دیکھی نہ ایسی شان تری سروری کے بعد (ارحم بلیاوی)

اک آخری رسول کا بے سود آسرا
اک قوم لیکے جیتی ہے ہر آگہی کے بعد (ساقی ادیبی)

اوج و کمال ختم ہیں سب تیری ذات پر
منصب نہیں ہے کوئی تری برتری کے بعد (ثاقب مبارکپوری)

مجھکو کسی طبیب کی حاجت نہیں رہی
محبوب ذوالجلال کی چارہ گری کے بعد (حسان اعظمی)

فرمادیا خدا نے یہ ہیں آخری نبی
پھر کسکی ہے تلاش تمھیں آخری کے بعد (ارشاد مبارکپوری)

آتے رہے ہیں اول و آخر کے درمیاں
پر آنا جانا ختم ہوا آخری کے بعد (گھائل مبارکپوری)

نور خدا کے نور سے روشن ہے کائنات
چمکا کہیں بھی کوئی نہ نور نبی کے بعد (دانش مبارکپوری)

محبوب کردگار نبی بنکے آخری
گھر آمنہ کے آئے ہیں عیسیٰ نبی کے بعد (امیر اشرف)

پہلے نبی نے جس کو کہا آخری نبی
آئے گا حشر تک نہ کوئی اس نبی کے بعد (فراز ادیبی)

آئی ہے کائنات کی ہر شئے وجود میں
نور نبی کے نور کی جلوہ گری کے بعد (فیضان مبارکپوری)

انکار جس نے ختم رسالت سے ہے کیا
نار سقر میں جائے گا اس زندگی کے بعد (سفر اعظمی)

چمکے گا اب نہ چرخ رسالت پہ کوئی چاند
خورشید آمنہ تری جلوہ گری کے بعد (اسد مبارکپوری)

پروگرام کا اختتام صلوٰۃ و سلام و مولانا ارشاد احمد شیدا کے دعائیہ کلمات پر ہوا، آخر میں کنوینر مشاعرہ ارشاد مبارکپوری و مہتاب پیامی نے جملہ شعراو سامعین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آئندہ ماہ کے لیے مصرع طرح "کون ہے جس پر نہیں احسان میلادالنبی" کا اعلان کیا، اس موقع پر الحاج اظہار احمد، ساحل ادیبی، نفیس احمد، عبدالحق، حامد رضا، رئیس احمد، شفیق احمد، شمس الدین، حاجی شمیم بابا، حاجی فضل حق صراف، حافظ زین العابدین و محمد ابدال کے علاوہ کثیر تعداد میں لوگ موجود تھے۔ از: شمس الدین ساقی ادیبی

کتابوں میں تاریخی حقائق سے چھیڑ چھاڑ پر کانگریسیوں کا اظہار ناراضگی

کانگریس پارٹی کے کارکنان نے این سی ای آر ٹی کی جانب سے نصاب میں تبدیلی کے نام پر تاریخی حقائق کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کا الزام لگایا ہے مرکزی وزیر تعلیم کے نام ایک میمورنڈم اے سی ایم سیکنڈ سنجے مشرا کو دیا اور کارروائی کا مطالبہ کیا ہے۔ کانگریس پارٹی کے کارکنان نے کلکٹریٹ میں میمورنڈم دینے کے بعد کہا ہے کہ درجہ تین

کی ہندی انگریزی اور دیگر کتابوں مں تمہید شامل نہیں ہے، تمہید آئین کی مختصر شکل ہے، قومی ترانہ، قومی نغمہ یا بنیادی حقوق و فرائض اس کی جگہ نہیں لے سکتے۔ درجہ 12 کی پولیٹیکل سائنس کی کتاب سے لفظ بابری مسجد ہٹا کر اسے تین گنبد ڈھانچہ کہا گیا ہے۔ جب کہ سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے میں صرف بابری مسجد کہا ہے۔ کانگریسیوں نے مذکورہ ترمیم پر وزیر تعلیم سے سخت کارروائی کا مطالبہ کیا ہے۔

میمورنڈم دینے والوں میں سوشل میڈیا کے ریاستی جنرل سکریٹری رام گوپال رینا، ضلع نائب صدر ساگر سنگھ تومر، اقلیتی سیل کے ریاستی جنرل سکریٹری ونسنٹ جوئل، عظمت خان انور عقیل، کیلاش گوتم، مبشر علی، ڈاکٹر جمیل احمد، وصی احمد، گڈو ڈنگہ وغیرہ موجود تھے۔

کولکاتا جیسا واقعہ اتراکھنڈ میں بھی ہوا مگر ہر طرف خاموشی

نئی دہلی (احمد اللہ صدیقی)۔ ایک طرف کولکاتا کے ہسپتال میں ایک خاتون ڈاکٹر کی عصمت دری اور قتل کے واقعہ پر ملک بھر میں غم و غصہ کا اظہار کیا جارہا ہے اور انڈین میڈیکل ایسوسی ایشن کی اپیل پر ڈاکٹروں نے ملک گیر ہڑتال بھی کی، اس معاملہ کا سپریم کورٹ بھی از خود نوٹس لے چکی ہے، وہیں بی جے پی کی حکمرانی والی ریاست اتراکھنڈ میں ایک نرس تسلیم جہاں کی عصمت دری اور اس کے قتل کے بہیمانہ واقعہ پر ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی ہے۔ کولکاتہ کی ڈاکٹر کی طرح تسلیم جہاں بھی میڈیکل کے پیشہ سے وابستہ تھی تاہم اس کو انصاف دلانے کے لیے کسی سمت سے آواز نہیں اٹھائی جارہی ہے۔

تسلیم جہاں کے بھائی رفیع احمد نے اتراکھنڈ کے غدر پور سے نمائندہ انقلاب سے خصوصی گفتگو میں اتراکھنڈ پولیس اور انتظامیہ پر سنگین الزامات عائد کیے۔ رفیع احمد نے بتایا کہ ان کی ہمشیرہ اتراکھنڈ کے رودر پور کے موٹیرا ہسپتال میں کام کرتی تھیں۔ اس کے لاپتہ ہونے کے بعد پولیس میں رپورٹ درج کرائی گئی، پولیس تسلیم جہاں کو برآمد کرنے کے لیے کچھ نہیں کر رہی تھی لیکن جب اس کی عصمت دری ہوئی اور بہیمانہ طور پر اس کو قتل کیا گیا تو پولیس نے ایک نشہ کے عادی شخص کو پہلے چور کے طور پر گرفتار کیا اور اس کے بعد اسے اس واقعہ کے قاتل کے طور پر پیش کرکے معاملہ کو حل کرنے کا دعویٰ کیا۔ رفیع نے اپنی ہمشیرہ کی عصمت دری اور بہیمانہ قتل میں کئی افراد کے ملوث ہونے کا شبہ ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ پولیس تفتیش کے رخ کو موڑ رہی ہے اور اصل ملزمین کو بچانے کی کوشش کررہی ہے کیوں کہ تسلیم جہاں کی نہ صرف اجتماعی عصمت دری کی گئی بلکہ اس کے سر کے بال کاٹ کر اس کے جسم سے اعضا تک نکال لیے گئے۔ شناخت مٹانے کے لیے اس کے چہرے پر کیمیکل ڈالا گیا۔ رفیع احمد نے اس کو منصوبہ بند اور منظم اجتماعی عصمت دری اور قتل کا واقعہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس طرح کا بہیمانہ کام کوئی ایک شخص انجام نہیں دے سکتا۔

رفیع احمد نے موٹیرا ہسپتال پر بھی شک کا اظہار کیا جہاں ان کی ہمشیرہ کام کرتی تھی۔ انھوں نے بتایا کہ تسلیم جہاں کے لاپتہ ہونے کے بعد ہسپتال انتظامیہ نے ان کی کوئی خیر خبر نہیں لی۔ تسلیم جہاں کے بارے میں ان کے اہل خانہ سے کوئی رابطہ نہیں کیا۔ تسلیم جہاں مطلقہ تھی اور اس کی 11 سال کی بیٹی ہے جس کے ساتھ وہ رودر پور کے وسندھرا انکلیو میں رہ رہی تھی۔ محمد رفیع نے مطالبہ کیا کہ ان کی بہن کے اصل قاتلوں اور زانیوں کو عبرت ناک سزا دی جائے۔ انھوں نے شکوہ کیا کہ اس معاملہ میں کسی طرف سے انھیں کوئی تعاون نہیں مل رہا ہے، بلکہ اس معاملہ کو رفع دفع کرنے کی پوری کوشش کی جارہی ہے۔

سوشل میڈیا پر بھی سیکڑوں لوگ تسلیم جہاں کو انصاف دلانے کے لیے آواز اٹھا رہے ہیں۔ کئی دائیں بازو کے اکاؤنٹس ایسے بھی ہیں جو تسلیم جہاں کی اجتماعی عصمت دری اور قتل پر خوشی کا اظہار کررہے ہیں۔ لوگوں کا سوال ہے کہ آیا کولکاتا کی ڈاکٹر مومتا کی طرح تسلیم جہاں اس ملک کی بیٹی نہیں؟ کیا میڈیا اور سیاسی جماعتوں میں اس لیے خاموشی ہے کیوں کہ وہ ایک مسلمان ہے اور یہ واقعہ بی جے پی کی حکمرانی والی ریاست اتراکھنڈ میں پیش آیا؟

تسلیم جہاں 30 جولائی کو رودر پور کے موٹیرا اسپتال میں ڈیوٹی کے بعد گھر نہیں لوٹی۔ اس کی بہن نے پولیس میں گمشدگی کی شکایت درج کرائی۔ پولیس نے یکم اگست کو تسلیم جہاں کی لاش اتر پردیش کی سرحد پر واقع گاؤں ڈبڈبہ کی جھاڑیوں سے برآمد کی۔ پولیس نے مبینہ ملزم دھرمیندر کو راجستھان سے گرفتار کیا۔ وہ اتر پردیش کے بریلی کا رہنے والا ہے۔ پولیس کا دعویٰ ہے کہ اس نے اکیلے اس جرم کو انجام دیا تاہم اب اہل خانہ کے افراد پولیس پر سنگین الزامات عائد کررہے ہیں۔

راجستھان میں مسلمانوں کو قتل کرنے کی دھمکی

نئی دہلی۔ نفرت انگیز تقاریر کے خلاف سپریم کورٹ کے سخت احکامات کے باوجود ملک میں مسلمانوں کے خلاف نفرت اور تشدد بھڑکانے کی کوششیں جاری ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیزی کرنے والوں کو کسی بھی طرح قانون کا خوف نہیں، کیوں کہ

انھیں سیاسی سرپرستی حاصل ہے۔بی جے پی کی حکمرانی والی ریاستوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز تقاریر کا نہ تھمنے والا سلسلہ جاری ہے، تاہم پولیس اس سلسلہ میں کوئی کارروائی نہیں کررہی ہے۔بی جے پی کی حکمرانی والی ریاست راجستھان میں کئی مقامات سے سخت نفرت انگیزی اور بھیڑ کو مسلمانوں کے خلاف تشدد پر اکسانے کی خبریں موصول ہو رہی ہیں۔ نفرت انگیزی کے واقعات کی رپورٹ کرنے والے ہینڈل ہیٹ ڈیکٹر نے کئی ویڈیوز شیئر کیے ہیں جن میں دائیں بازو کے انتہا پسند مسلمانوں کو کھلے عام قتل کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔

ایک ایسا ہی ویڈیو وائرل ہو رہا ہے جس میں ایک بھگوا دھاری ایک بڑے اجتماع کے سامنے نفرت انگیزی کرتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف تشدد کے لیے مذہبی کتاب مہابھارت کا حوالہ دے رہا ہے۔وہ کہہ رہا ہے کہ اگر ایک مسلمان ہمارے ایک ہندو کو مارے گا، ہم 100 مسلمانوں کو ماریں گے، جب تک ہم انھیں ماریں گے نہیں، یہ راکشش نہیں سدھریں گے۔ اس نے بھگود گیتا کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ شری کرشن نے بھی جنگ کا حکم دیا لیکن جب ارجن نے کہا کہ یہ میرے اپنے ہیں، میں انھیں نہیں مار سکتا تو شری کرشن نے کہا کہ مذہب کی حفاظت کرنا ہی سب سے بڑا دھرم ہے۔اگر مذہب کے لیے تشدد کیا جائے تو اس سے بڑا کوئی دھرم نہیں۔ ان آدم خوروں کو مارنا سب سے بڑا دھرم ہے۔ ان آدم خوروں کو سبق سکھانا پڑے گا۔ نفرت انگیزی کر رہے شخص نے دعویٰ کیا کہ مسلمانوں کی مساجد سے بلند ہونے والی پانچ وقت کی اذان ایک وارنگ ہے، وہ ہمیں اللہ اکبر کہہ کر آگاہ کرتے ہیں لیکن ہم پھر بھی آگاہ نہیں ہوتے۔ ان کا ایک ہی نعرہ ہے کہ ہم ہندو کو مار دیں گے۔ وہ تالیوں کی گڑگڑاہٹ کے درمیان مزید کہتا ہے کہ ایک ہندو کو 100 مسلمانوں پر بھاری پڑنا چاہیے۔ اگر یہ نہیں مانیں گے تو ہم گھر میں گھس کر ماریں گے۔ تم ایک مارو گے اور ہم 100 ماریں گے۔

گستاخ رسول کے خلاف زبردست مظاہرہ

بریلی (مستفیض علی خان) درگاہ اعلیٰ حضرت کی جانب سے جماعت رضائے مصطفیٰ کے قومی نائب صدر سلمان میاں کی ہدایت پر جماعت کے وفد نے پی آر او معین خاں اور جماعت کے سابق میڈیا انچارج عمران خان کی قیادت میں علمائے کرام کی موجودگی میں پولیس اسٹیشن کر پہلے سی او سے ملاقات کی اور گری مہاراج کے خلاف توہین رسالت کا مقدمہ درج کرنے کا مطالبہ کیا۔ مولانا راحت نے بتایا کہ ریاست مہاراشٹر کے ضلع چرک کی تحصیل کنور میں جاری ہفتہ وار ہرینام پانچاپے پروگرام کے دوران حاضرین سے لائیو خطاب کرتے ہوئے گری مہاراج نے ہمارے نبی کی شان میں گستاخی کی ہے، جسے کسی صورت برداشت نہیں کیا جائے گا۔پی آر او حسین خان نے گری مہاراج کے اس اقدام کی شدید مذمت کرتے ہوئے اس کی سزائے موت کا مطالبہ کیا۔

جماعت رضائے مصطفی کے سابق میڈیا انچارج ثمران خان نے کہا کہ مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے لیکن اپنے نبی کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ ایسے لوگوں کے خلاف سخت ترین کارروائی کی جائے اور انھیں جیل بھیجا جائے۔ ایسے لوگ آزاد گھوم رہے ہیں اور ملک کا ماحول خراب کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مفتی زاہد نے کہا کہ ایسے لوگ صرف عوامی شہرت حاصل کرنے کے لیے گھٹیا حرکتیں کر کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے دلوں میں نفرت پیدا کرنے کا کام کرتے ہیں۔ جماعت کے قومی نائب صدر رضا سلمان میاں نے کہا کہ مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ شری ایک ناتھ شندے کو وزیر اعلیٰ کے عہدے سے استعفیٰ دے دینا چاہیے۔ وزیر اعلیٰ کا کام اپنی ریاست میں تمام مذاہب اور ذاتوں کے لوگوں کو ساتھ لے کر چلتا ہے۔ وہ خود اس پروگرام میں موجود تھے۔ ہمارے نبی کی شان میں کھلم کھلا توہین ہو رہی تھی اور اس گری مہاراج کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ ایسے میں وزیر اعلیٰ کو فوری طور پر مستعفی ہو جانا چاہیے۔ سی او نے یقین دلایا کہ اپنی حکام سے بات کر کے جلد از جلد مقدمہ درج کیا جائے گا۔ اگر پولیس انتظامیہ نے ایسا نہیں کیا۔ تو جلد از جلد بریلوی علما کے ساتھ میٹنگ کر کے مزید حکمت عملی تیار کی جائے گی۔ گری مہاراج کے اس اقدام سے ہندوستان کے تمام مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں ۔ جماعت رضا کے وفد میں معین خان اور ثمران خان کے علاوہ عبداللہ رضا خان، ایڈووکیٹ زبیر، نور جہاں، ریٹائرڈ جیلر سید رفعت علی، مفتی زید مرکزی، مفتی محمد اعظم، مفتی توحید، مفتی رہبر، مفتی توصیف، مولانا عزیز، مولانا عارف، مولانا آفتاب، مولانا مجاہد، مولانا زبیر، حافظ جاوید، حافظ اشتیاق، بلال خوئی، مستقیم گھوسی ، عرفان گھوسی وغیرہ موجود تھے۔

نماز پڑھنے جارہے مدرسہ کے ٹیچر کی سرعام پٹائی

لکھنؤ (ایجنسی) پارا تھانہ علاقہ میں نماز پڑھنے جا رہے مدرسے کے ٹیچر کی اکثریتی فرقہ کے نوجوان نے راستہ روک کر پٹائی کر دی۔ شرپسند نوجوان نے گالیاں اور جان سے مارنے کی دھمکی دیتے ہوئے دھاردار ہتھیار سے حملہ کرنے کی کوشش بھی کی۔ مدرسہ کے

ٹیچر کی چیخ پکار پر جمع بھیڑ کو دیکھ کر نوجوان بھاگ کر اپنے گھر میں چھپ گیا۔ مدرسہ کے ٹیچر کے ساتھ مار پیٹ کا یہ پورا واقعہ محلے میں لگے سی سی ٹی وی میں قید ہو گیا۔ اطلاع ملنے پر پولیس موقع پر پہنچی اور شکایت پر مقدمہ درج کر لیا گیا۔ نیز حملہ کرنے والے ملزم کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا ہے اس واقعہ کا ویڈیو وائرل ہو رہا ہے۔ اطلاع کے مطابق محمد یونس ولد محمد یوسف موہان روڈ کاکوری کے رہنے والے ہیں۔ پارا کے ایک مدرسہ میں ٹیچر ہیں۔ اتوار کو بچوں کو پڑھانے کے بعد وہ نماز پڑھنے جا رہے تھے۔ تبھی راستے میں فتح گنج کے رہنے والے جتیندر ولد ننھکے نے انھیں روک لیا۔ اس نے یونس کو گالیاں دیں اور کہا تم لوگ شور کیوں مچاتے ہوئے؟ میں نے شکایت کی ہے اور جلد ہی کارروائی ہوگی۔ متاثرہ یونس نے بتایا کہ شور مچانے پر ملزم نے گالیاں دینا شروع کر دیں۔ اس نے منع کیا تو وہ مزید غصے میں آ گیا۔ اس کی باتوں کو نظر انداز کر کے وہ آگے بڑھنے لگا، تبھی ملزم نے اس کا گلا پکڑ لیا اور جان سے مارنے کی دھمکیاں دینے لگا، پہلے پتھر سے حملہ کرنے کی کوشش کی پھر گھر سے تیز دھار ہتھیار لے آیا۔ یونس نے جان بچانے کے لیے شور مچایا تو وہاں بھیڑ جمع ہوگئی۔ لوگوں کو جمع ہوتے دیکھ کر جیتندر بھاگ کر اپنے گھر میں گھس گیا اور دروازہ بند کر لیا۔ تاہم یہ سارا واقعہ علاقے میں نصب سی سی ٹی وی میں قید ہو گیا۔

اطلاع ملنے پر پولیس موقع پر پہنچ گئی اور متاثرہ کی شکایت پر ایف آئی آر درج کر کے ملزم کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اس واقعہ کے سلسلہ میں علاقے میں طرح طرح کے چہ می گوئیاں جاری ہیں۔

وقف املاک کی حفاظت امت مسلمہ پر فرض ہے۔ (مولانا سید معین میاں)

ممبئی: مرین لائن اسلام جمخانہ ممبئی میں پیر طریقت حضرت علامہ مولانا سید معین الدین اشرف اشرفی جیلانی صاحب سجادہ خانقاہ عالیہ، کچھوچھہ مقدسہ وصدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما نے علمائے اہل سنت، دانشوران قوم ملت اور بانی رضا اکیڈمی الحاج محمد سعید نوری کے ہمراہ وقف ترمیمی بل کے خلاف ایک میمورنڈم جے پی سی کے چیرمین جگد میکا پال کو پیش کیا۔ کثیر تعداد میں علما اور ائمہ وہاں موجود تھے، جے پی سی کے چیرمین جگد میکا پال نے میمورنڈم قبول کرتے ہوئے یقین دہانی کرائی کہ آپ کے مطالبات میں کمیٹی کے سامنے رکھوں گا، میری کوشش ہوگی کہ وقف کے املاک کو نقصان نہ پہنچے اور کمیونٹی کے افراد، زیادہ سے زیادہ اس کا فائدہ اٹھائیں، انھوں نے مزید کہا کہ اس بل میں جو اعتراضات کیے گئے ہیں اس کو دور کرنے کی کوشش کروں گا اور مزید افہام وتفہیم کے لیے میں آپ کو دہلی بلاؤں گا، اس بل میں جو جو اعتراضات کیے گئے ہیں اس کو دور کرنے کی کوشش کروں گا اور مزید افہام وتفہیم کے لیے میں آپ کو دہلی بلاؤں گا۔

اس بل میں جو باتیں قابل اعتراض ہے اس کو کمیٹی کے افراد غور کریں گے، عوام الناس میں جو بے چینی پائی جا رہی ہے اس کو دور کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ معین المشائخ نے کہا وقف املاک کا تحفظ امت مسلمہ پر فرض ہے یہ ہماری پرکھوں کی امانت ہے۔ آپ نے برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ غیر قانونی طریقے سے وقف کی کافی جائیدادیں خرد برد کی گئی ہیں لیکن اب ضرورت اس بات کی ہے کہ جو جائیدادیں بچی ہیں اس کا تحفظ یقینی بنائی جائے۔ حکومت ایسا قانون نافذ نہ کرے جس سے وقف املاک کو خطرہ لاحق ہو، آپ نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ کمیٹی غور وخوض کے بعد جو فیصلہ کرے گی وہ مسلمانوں اور وقف کے حق میں بہتر ہوگا۔

الحاج محمد سعید نوری نے کہا کہ ایسا کوئی قانون قابل قبول نہیں جو وقف کے مقاصد کے منافی ہو۔ آپ نے کہا کہ وقف کی جائداد مسلمانوں کے آباواجداد نے وقف کی ہیں۔ یہ حکومت کی دی ہوئی جائداد نہیں ہے، وقف میں مداخلت، شریعت میں مداخلت ہے کیوں کہ اس کے قانون اسلامی کتابوں میں موجود ہیں۔ اسلام نے اس کے استعمال، اس کے تحفظ، اس کی نگرانی کے بارے میں واضح الفاظ میں بیان کیا ہے لہذا، اسی کے مطابق اس کا حکم نافذ کیا جائے۔ نئے بل سے پتہ چلتا ہے حکومت کی نیت اس میں شفافیت لانا نہیں ہے بلکہ مالی اعتبار سے اقلیت کو کمزور کرنا ہے، ہم کمیٹی سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اس نئے بل کو کالعدم قرار دے، وقف املاک کا تحفظ یقینی بنائے۔

مشہور ایڈوکیٹ جناب رضوان مرچنٹ نے کہا کہ جو وقف کی جائدادیں چلی گئی ہیں وہ تو واپس نہیں آسکتی، مگر ایسا قانون بنایا جائے کہ ذرائع آمدنی وقف کے مقصد کے لیے استعمال ہو، اور وقف کی آمدنی کو اقلیت کے میڈیکل اور تعلیم پر خرچ کرنا چاہیے۔ جالنہ سے سید جمیل صاحب سابق ممبر وقف بورڈ نے چیئرمین کے سامنے معروضات گزارشات، اور اعتراضات پیش کرتے ہوئے کہا کہ وقف بورڈ کے سی او کے اختیارات کو کلکٹر کو دیے جانے پر کہا کہ اس سے وقف بورڈ کے مسائل بڑھ جائیں گے، اور وقف بورڈ کا دائرہ اختیارات محدود ہو کر رہ جائے گا، جو تشویش ناک ہے، آخر میں جے پی سی کے چیرمین جگد میکا پال نے بھروسا دلایا کہ میں آپ کے تمام مطالبات کو کمیٹی کے سامنے رکھوں گا۔

▪▪▪

خیابانِ حرم

نعتیں

ناز قدم سے دور ہے دہر کی تیرگی تمام

مظہرِ ذات کبریا ، ذات ہے آپ کی تمام
دیکھ کے راہ لگ گئے وقت کے سامری تمام
پھول سی گفتگو ہوئی پھیلی یوں روشنی تمام
خار صفت عرب کے سب ہوگئے مخملی تمام
چاک گریباں سل گیا، تارِ نظر کے فیض سے
اپنی مراد پاگئی، صدیوں کی تشنگی تمام
امتِ مصطفیٰ میں ہو اپنا شمار یا خدا
آرزو کر کے جاچکے آئے ہیں جو نبی تمام
جاہ و جلال ، حشمتیں سب ہیں نثار آج بھی
نذر ہے پائے یار پر اپنی یہ زندگی تمام
محوِ کلام طور پر موسیٰ ہوئے تو کس قدر
رب کے حضور آپ کی ہوتی ہے حاضری تمام
نور نظر کا حال ہے ، زخمِ جگر کے باوجود
چشمِ کرم سے آپ کے پائی ہے آگہی تمام
آپ سراپا نور ہیں ، نور خدا کا ہے اثر
ناز قدم سے دور ہے دہر کی تیرگی تمام
فرش سے عرش تک گئے، عرش سے لامکاں گئے
گھوم کے آگئے حضور اپنی شہنشہی تمام
گزرے حیاتِ مستعار اپنی فریدؔی مدح میں
علم کا ہے وہ سلسلہ ہوتا نہیں کبھی تمام

از: ڈاکٹر منصور فریدی

آپ کے دروازے سے

کوئی واپس نہ پھرا آپ کے دروازے سے
سب کو سب کچھ ہے ملا آپ کے دروازے سے
حالِ دل اپنا سنائیں تو سنائیں کس کو
جب کہ دیتا ہے خدا آپ کے دروازے سے

اعلیٰ حضرت کا ہے یہ قول مرے پیشِ نظر
در خدا کا وہ یقیناً ہے جو ہے آپ کا در
آپ کے در پہ نہ کیوں نذر کروں جان و جگر
رب کی ملتی ہے رضا آپ کے دروازے سے

آپ تو صاحبِ رحمت ہیں مگر رب کی قسم
لائے ہیں عدل و مساوات کے روشن پرچم
پھر کسی در پہ وہ کر سکتا نہیں جا کے اپیل
دی گئی جس کو سزا آپ کے دروازے سے

آپ کے در پہ لٹائیں جو ندامت کے گہر
ان پہ ہوجاتی ہے خود آپ کی رحمت کی نظر
صاف اعلان یہ قرآنِ مبیں کرتا ہے
بخشی جاتی ہے خطا آپ کے دروازے سے

قومِ وحشی نے تمدن کا دوشالہ پایا
چشمِ تاریک نے رحمت کا اجالا پایا
کاسۂ دل لیے پہنچا تھا گدا آپ کے در
بادشاہ ہو کے اٹھا آپ کے دروازے سے

آپ کا در نہ ملے جس کو وہ بد قسمت ہے
آپ کے در پہ ہی سمٹی ہوئی ہر جنت ہے
اور کیا چاہیے مہتابؔ ہمیں اس کے سِوا
ہم کو ملتا ہے خدا آپ کے دروازے سے

از: مہتاب پیامی

R.N.I. No. 29292/76
Regd. No. AZM/N.P.28 2023-25

THE ASHRAFIA MONTHLY

Sep. 2024

Mubarakpur Azamgarh (U.P.) 276404 (INDIA)

(Mob. No.) 9450109981 (Mumbai Office) 022-23726122 (Delhi Office) Tel. 011-23268459, Mob.No. 9911198459

www.aljamiatulashrafia.org Email: info@aljamiatulashrafia.org

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا علمی فیضان ہندوستان گیر ہی نہیں بلکہ اب عالم گیر ہوگیا ہے۔ اشرفیہ نے جس برق رفتاری سے ارتقائی منزلیں طے کی ہیں اشرفیہ کے معاونین اور دیگر اہلِ خیر اس سے بخوبی واقف ہیں۔ اس وقت دو سو پچاس سے زائد افراد پر مشتمل ایک متحرک اور فعال اسٹاف اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہے اور مختلف شعبوں میں تقریباً گیارہ ہزار طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بیرونی طلبہ کی خوراک، رہائش اور اساتذہ و ملازمین کی تنخواہوں پر ایک خطیر رقم سالانہ خرچ کی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ ادارہ بجا طور پر اہلِ خیر حضرات کی خصوصی توجہ کا طالب ہے۔ والسلام

عبدالحفیظ عفی عنہ
سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

DONATION

You can make donation by cheque, Draft or by online in the favour of-

(For Education) برائے تعلیمی چندہ	(For Construction) برائے تعمیری چندہ
(1) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Central Bank of India** **A/C 3610796165** IFSC. Code: CBIN 0284532	(1) Aljamiatul Ashrafia **Central Bank of India** **A/c 3610803301** IFSC. Code: CBIN 0284532
(2) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Union Bank of India** **A/C 303001010333366** IFSC. Code: UBIN 0530301 Branch Code: 530301	(2) Aljamiatul Ashrafia **Union Bank of India** **A/c 303002010021744** IFSC. Code: UBIN 0530301 Branch Code: 530301
(3) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Punjab National Bank** **A/c 05752010021920** IFSC. Code : PUNB0057510	(3) Aljamiatul Ashrafia **Punjab National Bank** **A/c 05752010021910** IFSC. Code : PUNB0057510

(1)- Exempted u/s 80G, (5) (VI), of Income Tax Act. 1961, Vide File No. Aa.Ayukt/Gkp/80G, Redg. S.No. 178/2011-12 Dt. 30/8/2011 w.e.f A.Y 2012-13 (F.Y.2011-12)
(2)- Exempted u/s 12A, Vide Letter No. 177/2011-12

BHIM
BHARAT INTERFACE FOR MONEY

BHIM UPI Payments Accepted at
Darul Uloom Ahle Sunnat
Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Account Number : 3610796165, IFSC Code: CBIN0284532

SCAN & PAY ANY UPI SUPPORTED APPS

Only for Foreign Countries. FCRA Registration. No.236250051 Nature: Educational Social. For Account Detail, please visit http://aljamiatulashrafia.in/donation.php?lang=EN